س-۱۲۱
980
۲۶۔۹۔۶۲

مسالک الحنفا الابویہ المصطفیٰ

مع ترجمہ المعروف بہ

والدین مصطفیٰ

مؤلفہ

حضرۃ الامام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر ادارہ رضویہ بروزہ اعظم لاہور
دار نعیمیہ ہفت سواد موچی گیٹ

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

58716

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

هذا التاليف يسمى "مسالك الحنفا فى والدى المصطفى" فى مسالة الحكم فى ابوى النبى صلى الله عليه واله وسلم انهما ناجيان وليسا فى النار، صرح بذالك جمع من العلماء، ولهم فى تقرير ذلك مسالك:

المسلك الاول

انهما ماتا قبل البعثة ولا تعذيب قبلها لقوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً" وقد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الكلام والاصول والشافعية من الفقهاء على ان من ولم تبلغ الدعوة يموت ناجيا، وانه لا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام، وانه اذا قتل يضمن بالدية والكفارة، نص عليه الامام الشافعى رضى الله عنه وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال: انه يجب فى قتله القصاص، ولكن الصحيح خلافه لانه ليس بمسلم حقيقى، وشرط القصاص المكافاة. وقد علل بعض الفقهاء كونه اذا مات لا يعذب بانه على اصل الفطرة، ولم يقع منه عناد ولا جاءه رسول فكذبه.

وهذا المسلك اول ما سمعته فى هذا المقام الذى نحن فيه من شيخنا شيخ الاسلام شرف الدين

Marfat.com

980

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسالک الحنفاء فی والدی المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد (علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی) یہ تالیف جس کا نام "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفےٰ" ہے، اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ دونوں جہنمی نہیں ہیں۔ اس کی تصریح علماء اہلِ سُنّت کی ایک جماعت نے کی ہے۔ اُن کے مذہب و مسلک کی وضاحت یہ ہے کہ:۔

پہلا مسلک و مذہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین آپ کی بعثتِ نبوت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور جو لوگ بعثت سے قبل گزر چکے ہیں وہ لائقِ عذاب نہیں ہوتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (پ ۱۵ - ع ۲)	اور ہم عذاب کرنے والے نہیں حتّٰی کہ ہم اُن میں رسول بھیجیں۔

اشاعرہ کے اصول و کلام کے ائمہ کا ایک طبقہ اور فقہائے شافعیہ کا یہ مسلک ہے کہ جو اس حال میں مر جائے کہ اُسے کسی نبی کی دعوت و تبلیغ نہ پہنچے، وہ ناجی مرتا ہے۔ اور یہ کہ اُسے اُس وقت تک قتل نہ کیا جائے، جبتک کہ اسلام کی دعوت نہ دیجائے اور اگر دعوتِ اسلام سے پہلے اُسے قتل کر دیا، تو ضمان میں دیت و کفارہ لازم ہوگا۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام صحابہ کی نص صریح ہے، بلکہ بعض صحابہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ایسے کے قتل کر دینے سے قصاص واجب ہو جاتا ہے" لیکن صحیح مسئلہ اسکے خلاف ہے۔ اسلیے کہ ایسا شخص حقیقی مسلمان نہیں ہے اور قصاص کی شرط، مکافات یعنی بدلہ دینا ہے۔

Marfat.com

المناوی[1] فانه سئل عن والد النبی صلی اللہ علیه واله وسلم: هل هو فی النار؟ فزأر السائل زأرة شدیدة، فقال له السائل: هل ثبت اسلامه؟ فقال: انه مات فی الفترة ولا تعذیب قبل البعثة. ونقله سبط ابن الجوزی[2] فی کتاب "مرأة الزمان" عن جماعة فانه حکی کلام جده علی حدیث احیاء امه صلی اللہ علیه واله وسلم ثم قال: ما نصه: وقال قوم قد قال اللہ تعالی: "سما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" والدعوة لم تبلغ اباه وامه فما ذنبهما. وجزم به الابی فی "شرح المسلم" وساذکر عبارته، وقد ورد فی اهل الفترة احادیث انهم یمتحنون یوم القیامة، وایات مشیرة الی عدم تعذیبهم، والی ذلك مال حافظ العصر شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجر فی بعض کتبه فقال: والظن بابائه صلی اللہ علیه واله وسلم یعنی الذین ماتوا قبل البعثة انهم یطیعون عند الامتحان اکراما له صلی اللہ علیه واله وسلم لتقر بهم عینه، وقد جعلت قضیة الامتحان داخلة فی هذا المسلك مع ان الظاهر انها مسلك مستقل لکن وجدت ذلك

---

[1] وذکر فی حسن المحاضرة: المناوی هو قاضی القضاة شرف الدین یحیی بن محمد ابن محمد بن محمد شیخنا شیخ الاسلام، ولد سنة ثمان وتسعین وسبع مائة ولازم الشیخ ولی الدین العراقی وتخرج به فی الفقه والاصول وسمع الحدیث علیه وعلی الشرف ابن الکویك وتصدی للاقراء والافتاء وتخرج به الاعیان وولی تدریس الشافعی وقضاء الدیار المصریة، وله تصانیف، منها شرح مختصر المزنی، توفی لیلة الاثنین ثانی عشر جمادی الاخرة سنة احدی وسبعین وثمان مائة. رحمه اللہ تعالی. [2] وهو ابو المظفر یوسف ابن قزاوغلی المعروف بسبط ابن الجوزی، المتوفی سنة اربع وخمسین وست مائة.

Marfat.com

اور بعض فقہاء نے اسکی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ ایسا شخص جبکہ مرجائے، تو اُسے عذاب نہ ہوگا، کیونکہ اس کی اصل فترت پر ہے، اور نہ اس کی جانب سے دشمنی کا اظہار ہُوا، اور نہ کوئی رسول آیا جس نے اُس کی تکذیب کی ہو۔

یہ پہلا مسلک و مذہب ہے، جسے میں نے اس مقام میں جہاں ہم ہیں اپنے شیخ و اُستاذ، شیخ الاسلام شرف الدین المناوی رحمۃ اللہ سے سنا، کیونکہ اُن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ کے والدِ ماجد کے بارے میں کسی نے سوال کیا تھا کہ کیا وہ جہنم میں ہیں؟ اس پر اُنھوں نے سائل کو خوب جھڑکا، اور فرمایا کیا اُن کا اسلام ثابت ہے؟ — پھر فرمایا بلاشبہ اُنکا فترت پر انتقال ہُوا، اور بعثت سے پہلے مستحق عذاب نہیں بنتا۔

سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب "مرآۃ الزمان" میں ایک جماعت سے روایت نقل کی، اور اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے زندہ کرنے کی حدیث پر اپنے دادا کی بحث بیان کرتے ہوئے کہا "ما النصۃ" یعنی اسکی کوئی تصریح نہیں۔ حالانکہ ایک جماعت کہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم اُن میں رسول کو نہ بھیجیں" اور جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام آپ کی والدۂ ماجدہ اور والدِ ماجد رضی اللہ عنہا کو نہیں پہنچی، تو اُن دونوں کا کیا گناہ ہے؟ اور اس روایت پر میرے والد نے "شرح مسلم" میں یقین کا اظہار فرمایا، عنقریب میں اُن کی عبارت نقل کروں گا۔

بلاشبہ اہلِ فترت کے بارے میں احادیث مروی ہیں کہ قیامت کے دن اُن کا امتحان لیا جائے گا، اور آیاتِ قرآنیہ اُنکے غیر معذب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حافظ العصر شیخ الاسلام ابو الفضل ابنِ حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ بعض اپنی کتابوں میں اس مسلک کی طرف مائل ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم

Marfat.com

لمعنى دقيق لا يخفى على ذوى التحقيق.

ذكر الآيات المشيرة الى ذلك

الآية الاولى قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" وهذه الآية هي التى اطبقت ائمة السنة على الاستدلال بها فى انه لا تعذيب قبل البعثة، وردوا بها على المعتزلة ومن وافقهم فى تحكيم العقل. اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم فى تفسيريهما عن قتادة فى قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" قال: ان الله ليس بمعذب احدا حتى يسبق اليه من الله خبرا و ياتيه من الله بينة. الآية الثانية قوله تعالى: "ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غفلون" اورد هذه الآية الزركشى[1] فى "شرح جمع الجوامع" استدلالا على قاعدة ان شكر المنعم ليس بواجب عقلا بالسمع. الآية الثالثة قوله تعالى: "ولولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم، فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ايتك ونكون من المؤمنين" اورد هذه الزركشى ايضا. واخرج ابن ابى حاتم فى تفسيره عند هذه الآية بسند حسن عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: الهالك فى الفترة يقول: لم ياتى كتاب ولا رسول ثم قرا هذه الآية: "ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ايتك ونكون من المؤمنين" الآية الرابعة قوله تعالى: "ولو انا اهلكنهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ايتك من قبل ان نذل ونخزى" اخرج ابن ابى حاتم

---

[1] وهو العلامة الشيخ بدر الدين محمد بن عبد الله الزركشى الشافعى رحمه الله، المتوفى سنة اربع وتسعين وسبع مائة.

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آباء و اجداد کے بارے میں جو بعثت سے پہلے انتقال کر چکے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور آپ سے ذاتی قربت کے لحاظ سے گمان یہ ہے کہ بوقتِ امتحان وہ فرمانبردار و مطیع ہونگے۔

حضرتِ علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ نے اس مسلک میں قضیۂ امتحان کو بھی داخل کر دیا ہے باوجودیکہ یہ ظاہر بات ہے کہ "قضیۂ امتحان" مستقل جداگانہ مسئلہ ہے، لیکن میں نے اس عبارت میں دقیق معنی پائے، جو اصحابِ تحقیق پر پوشیدہ نہیں۔

اس مسلک پر جو آیات اشارہ کرتی ہیں اُنکا بیان

پہلی آیت کریمہ :- وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (پ ۱۵ - ع ۲) اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔

یہی وہ آیتِ کریمہ ہے جس سے ائمہ اہلِ سنت کے ایک طبقہ نے استدلال کیا ہے کہ بعثت سے پہلے لوگوں پر عذاب نہ ہوگا۔ اور اُنھوں نے اس استدلال کے ذریعہ معتزلہ اور وہ لوگ جو عقل کے پیروکار ہیں، دونوں کا رد کیا ہے۔ چنانچہ حضرتِ ابنِ جریر، اور حضرتِ ابنِ ابی حاتم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں نقل کیا کہ حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کسی کو اُسوقت تک عذاب نہیں دیتا جبتک اُسکے پاس پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر یا اُسکی جانب سے کوئی یقینی دلیل نہ آجائے۔

دوسری آیتِ کریمہ :- ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ○ (پ ۸ - ع ۳) یہ اسلیے کہ تمہارا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ اُن کے لوگ بے خبر ہوں۔

اس آیتِ کریمہ کو علامہ زرکشی رحمۃ اللہ "شرح جمع الجوامع" میں اس قاعدہ کے استدلال میں لائے ہیں کہ منعم یعنی نعمت دینے والے کا شکر بجالانا محض عقل سے واجب نہیں ہوتا، بلکہ سمع سے واجب ہوتا ہے۔

Marfat.com

فی تفسیرہ عند ھذہ الایۃ عن عطیۃ العوفی قال: الھالک فی الفترۃ یقول: رب لم یاتنی کتاب ولا رسول، وقرأ ھذہ الایۃ: "ولو انا اھلکنھم بعذاب من قبلہ - الی اخر الایۃ. الآیۃ الخامسۃ قولہ تعالیٰ: "وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلو علیھم ایتنا". اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادۃ فی الایۃ: والا لم یھلک تعالیٰ اھل مکۃ حتی بعث الیھم محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فلما کذبوا وظلموا فبذلک ھلکوا. الآیۃ السادسۃ قولہ تعالیٰ: "وھذا کتب انزلنہ مبارک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین ۵".

الایۃ السابعۃ قولہ تعالیٰ: وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکری وما کنا ظالمین ۵. اخرج عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم فی تفاسیرھم عن قتادۃ فی الایۃ قال: ما اھلک اللہ من قریۃ الا من بعد الحجۃ والبینۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃ وحجۃ للہ "ذکری وما کنا ظلمین" یقول: ما کنا لنعذبھم الا من بعد البینۃ والحجۃ. الآیۃ الثامنۃ قولہ تعالیٰ: "وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر": قال المفسرون: احتج علیھم ببعثۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو المراد بالنذیر فی الایۃ.

ذکر الاحادیث الواردۃ فی ان اھل الفترۃ یمتحنون یوم القیامۃ فمن اطاع منھم ادخل الجنۃ ومن عصی ادخل النار

Marfat.com

تیسری آیتِ کریمہ :- وَلَوْلَآ اَنْ تُصِیْبَھُمْ مُّصِیْبَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (پ ۲۰ - ۶ ۸)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انھیں کوئی مصیبت اُسکے سبب جو اُنکے ہاتھوں نے آگے بھیجا، تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

اس آیتِ کریمہ کو علامہ زرکشی "شرح جمع الجوامع" میں لاتے ہیں، اور حضرت ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت "سندِ حسن" کے ساتھ حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

الھالک فی الفترۃ یقول رب لم یأتنی کتاب ولا رسول ثم قرأ ھذہ الآیۃ ربنا لولا ارسلت الینا الآیہ

فترت پر مرنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول، پھر حضور نے اس آیت کو تلاوت فرمایا ......

چوتھی آیتِ کریمہ :- وَلَوْ اَنَّآ اَھْلَکْنٰھُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِہٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی (پ - ۶)

اگر ہم انھیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت ابنِ ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت عطیہ العوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فترت میں مرنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا، اس کے بعد یہ آیتِ کریمہ پڑھی وَلَوْ اَنَّآ اَھْلَکْنٰھُمْ الآیہ"

پانچویں آیتِ کریمہ :- وَمَا کَانَ رَبُّکَ

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا

Marfat.com

الحديث الاول: اخرج الامام احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه فی مسنديهما والبيهقی فی "كتاب الاعتقاد" وصححه عن الاسود بن سريع - رضی الله عنه - ان النبی صلی الله عليه وآله وسلم قال: اربعة يحتجون يوم القيامة: رجل اصم لا يسمع شيئا، ورجل احمق، ورجل هرم، ورجل مات فی فترة؛ واما الاصم فيقول: رب! لقد جاء الاسلام وما اسمع شيئا، واما الاحمق فيقول رب! لقد جاء الاسلام والصبيان يحذفونی بالبعر، واما الهرم فيقول: رب! لقد جاء الاسلام وما اعقل شيئا، واما الذی مات فی الفترة فيقول: رب! ما اتانی لك رسول؛ فياخذ مواثيقهم ليطيعنه، فيرسل اليهم ان ادخلوا النار! فمن دخلها كانت عليه بردا وسلاما، ومن لم يدخلها يسحب اليها.

الحديث الثانی: اخرج احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه فی مسنديهما وابن مردويه فی تفسيره والبيهقی فی "الاعتقاد" عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله عليه وآله وسلم قال: اربعة يحتجون - فذكر مثل حديث الاسود بن سريع - رضی الله عنه -. الحديث الثالث: اخرج البزار فی مسنده عن ابی سعيد الخدری - رضی الله عنه - قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: يؤتی بالهالك فی الفترة والمعتوه والمولود؛ فيقول الهالك فی الفترة: لم ياتنی كتاب ولا رسول، ويقول المعتوه: ای رب! لم تجعل لی عقلا اعقل به خيرا ولا شرا، ويقول المولود: لم ادرك العمل؛ قال: فيرفع لهم نار فيقال لها: ردوها - او قال: ادخلوها - فيدخلها من كان فی علم الله سعيدا لو ادرك العمل، ويمسك عنها من كان فی علم الله شقيا لو ادرك العمل، فيقول تبارك وتعالیٰ: ايای عصيتم فكيف برسلی بالغيب! فی اسناده عطية العوفی فيه

مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا الآیہ (پ ۔ع)

جبتک انکی اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو اُن پر ہماری آیتیں پڑھے ......

اس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت ابنِ ابی حاتم رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں حضرتِ ابنِ عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ :۔

الا لم یھلك الله تعالیٰ اھل مکۃ حتّٰی بعث الیھم محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فلما کذبوا وظلموا فبذلك ھلکوا الحدیث

مگر اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو ہلاک نہ فرمایا یہاں تک کہ آنکی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، پھر جب انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر ظلم کیا تو اسکی بنا پر وہ ہلاک ہوئے

چھٹی آیت کریمہ:۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ (پ۸ ۔ع ۷)

اور یہ برکت والی کتاب ہمنے اُتاری، تو اسکی پیروی کرو، اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو، کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی، اور ہمیں پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

ساتویں آیت کریمہ:۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (پ۱۹ ۔ع ۱۵)

اور ہمنے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے ۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت عبد بن حمید، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا " اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک نہ کیا مگر حجۃ وبینہ اور عذر کے بعد یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے انکے پاس رسولوں کو بھیجا، اور انکی تنبیہ، نصیحت اور حجت کیلئے کتاب میں نازل فرمایا " ذِکْرٰی وَمَا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ " الآیہ فرماتا ہے ہم انھیں عذاب نہیں دیتے مگر دلیل وحجت کے بعد "

Marfat.com

ضعف[1]، والترمذی یحسن حدیثه: وهذا الحدیث له شواهد تقتضی الحکم بحسنه وثبوته. الحدیث الرابع: اخرج البزار وابو یعلی فی مسندیهما عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: یؤتی باربعة یوم القیامة بالمولود والمعتوه ومن مات فی الفترة وبالشیخ الفانی کلهم متکلم بحجته، فیقول الله تبارك وتعالیٰ لعنق من جهنم: ابرزی! فیقول لهم: انی کنت ابعث الی عبادی رسلا من انفسهم وانی رسول نفسی الیکم، ادخلوا هذه! فیقول من کتب علیه الشقاء: یارب! اتدخلناها وماکنا نعرف! ومن کتب له السعادة فیمضی فیقتحم فیها مسرعا، فیقول الله: قد عصیتمونی فانتم لرسلی اشد تکذیبا ومعصیة! فیدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار. الحدیث الخامس: اخرج عبد الرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: اذا کان یوم القیامة جمع الله اهل الفترة والمعتوه والاصم والابکم والشیوخ الذین لم یدرکوا الاسلام ثم ارسل الیهم رسولا ان ادخلوا النار! فیقولون: کیف ولم یأتنا رسل! قال: وایم الله! لو دخلوها لکانت علیهم بردا وسلاما، ثم یرسل الیهم فیطیعه من کان یرید ان یطیعه؛ قال ابو هریرة: اقرأوا ان شئتم: "وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا". اسناده صحیح علی شرط الشیخین ومثله لا یقال من قبل الرأی فله حکم الرفع. الحدیث السادس: اخرج البزار والحاکم فی مستدرکه عن ثوبان رضی الله عنه ان النبی صلی الله

---

[1] قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تقریب التهذیب: عطیة بن سعید بن جنادة العوفی الجدلی ابو الحسن الکوفی صدوق یخطئ کثیرا کان شیعیا مدلسا من الثالثة مات سنة احدی عشرة ومائة.

Marfat.com

آٹھویں آیتِ کریمہ :- وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ الآیہ (پ ۔ ۶)

اور وہ اس میں چلاتے ہونگے اے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اسکے خلاف جو پہلے کرتے تھے، اور کیا ہمنے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جسمیں سمجھ لیتا ہے جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانیوالا تمہارے پاس تشریف لایا تھا

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ النذیر سے مراد، کفار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے حق تعالیٰ کا حجت قائم فرمانا ہے۔

اہلِ فترت کے بارے میں احادیث کا تذکرہ

کہ بروزِ قیامت اُن کا امتحان ہوگا جس نے اُسکی اطاعت وہ جنت میں داخل ہونگے اور جس نے نافرمانی کی وہ جہنم میں جائینگے۔

پہلی حدیث :- حضرت امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ نے اپنی اپنی مسند میں، اور امام بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں اس حدیث کی تخریج کی، اور حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے اسکی تصحیح کی کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار آدمی جھگڑا کرینگے۔ ایک بہرا شخص، جو بالکل ہی نہ سنے، دوسرا احمق شخص تیسرا دیوانہ شخص، چوتھا وہ جو فترت میں مرجائے۔

بہرا شخص کہے گا، اے خدا یقیناً اسلام آیا، لیکن میں کچھ سن ہی نہیں سکتا تھا اور احمق کہے گا، اے رب بیشک اسلام آیا، مگر مجھ پر بچے مینگنیاں پھینکتے تھے اور دیوانہ (بہرم) کہیگا، اے رب بیشک اسلام آیا، مگر میں کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتا تھا اور وہ جو فترت میں مرجائے، کہیگا اے رب تیری طرف سے میرے پاس کوئی رسول آیا ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن کا امتحان لیگا کہ کون اُسکا فرمانبردار ہے، اور انھیں حکم دیا جائیگا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ لہٰذا جو آگ میں (حکمِ الٰہی سے) داخل ہو گیا، تو اس پر وہ آگ ٹھنڈی سلامتی والی ہو جائے گی۔ اور جو (حکمِ الٰہی سے) داخل نہ ہوا

Marfat.com

عليه وآله وسلم قال: اذا كان يوم القيامة جاء اهل الجاهلية يحملون اوثانهم على ظهورهم فيسألهم ربهم، فيقولون: ربنا! لم ترسل الينا رسولا ولم يأتنا لك أمر، ولو ارسلت الينا رسولا لكنا اطوع عبادك، فيقول لهم ربهم: أرءيتكم ان أمرتكم بامر تطيعوني؟ فيقولون: نعم! فيأمرهم ان يعمدوا الى جهنم فيدخلونها، فينطلقون حتى اذا دنوا منها وجدوا لها تغيظا وزفيرا فرجعوا الى ربهم فيقولون: ربنا اجرنا منها! فيقول لهم: الم تزعموا ان امرتكم بامر تطيعوني! فيأخذ على ذلك مواثيقهم، فيقول: اعمدوا اليها فادخلوا! فينطلقون حتى اذا راوها فرقوا ورجعوا، فقالوا: ربنا افرقنا منها ولا نستطيع ان ندخلها داخرين! فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: لو دخلوها اول مرة كانت عليهم بردا وسلاما. قال الحاكم: صحيح على شرط البخاري ومسلم.

الحديث السابع: اخرج الطبراني وابونعيم عن معاذ بن جبل رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: يؤتى يوم القيامة بالممسوح عقلا وبالهالك في الفترة وبالهالك صغيرا، فيقول الممسوح عقلا: يارب! لو آتيتني عقلا ما كان من آتيته عقلا باسعد لعقله مني- وذكر في الهالك في الفترة والصغير نحو ذلك، فيقول الرب: اني آمركم بامر فتطيعوني؟ فيقولون: نعم! فيقول: اذهبوا فادخلوا النار! قال: ولو دخلوها ما ضرتهم، فتخرج عليهم فرائص فيظنون انها قد اهلكت ما خلق الله من شئ، فيرجعون سراعا، ثم يأمرهم الثانية فيرجعون كذلك، فيقول الرب: قبل ان اخلقكم علمت ما انتم عاملون وعلى علمي تصيرون، ضميهم! فتأخذهم. قال الكيا الهراسي[1] في تعليقه في الاصول في مسأله شكر المنعم: اعلم: ان الذي استقر عليه

---

[1] هو علي بن محمد الطبري الشافعي المتوفى سنة اربع وخمس مائة، كذا في كشف الظنون

Marfat.com

چاہے گا، تو اُسے گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا۔

دوسری حدیث :- حضرت احمد بن حنبل، اور حضرت اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ اپنی اپنی مُسند میں، اور ابن مردویہ، اپنی تفسیر میں، اور امام بیہقی "الاعتقاد" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار شخص جھگڑا کرینگے، اسکے بعد حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مانند بیان کیا!

تیسری حدیث :- حضرت بزار نے اپنی مُسند میں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فترت، معتوہ (دیوانگی) اور بچپن میں مرنے والے کو جب لایا جائیگا تو فترت میں مرنے والا شخص کہیگا، اے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا، اور معتوہ یعنی دیوانہ کہے گا، اے رب! تو نے مجھے عقل و سمجھ ہی عطا نہ فرمائی کہ میں اچھے، بُرے کی تمیز کرسکتا۔ اور بچہ کہے گا، میں نے عمل کا وقت ہی نہ پایا۔ فرماتے ہیں کہ پھر انکے لیے (بغرضِ امتحان و آزمائش) آگ اُٹھائی جائے گی، اور کہا جائیگا اسے اپنے اوپر لوٹ لو، یا یہ کہا جائیگا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ لہٰذا جو شخص علمِ الٰہی میں، اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو سعید ہوتا، وہ آگ میں داخل ہو جائیگا۔ اور جو علمِ الٰہی میں، اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو شقی و بدبخت رہتا، وہ آگ میں داخل ہونے سے رُک جائیگا۔ اُسوقت اللہ تعالےٰ فرمائے گا، سامنے سے دور ہو جاؤ، تم نافرمان ہو، حالتِ غیب میں میرے رسولوں کے ساتھ کیونکر پیش آتے۔

اس حدیث کی سند میں عطیۃ العوفی کی وجہ سے ضعف ہے، اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا، اور اس حدیث کے لیے اور بھی شواہد ہیں، جس سے اسکے حسن و ثبوت کا حکم مقتضی ہوتا ہے۔

چوتھی حدیث :- حضرت بزار و ابویعلیٰ نے اپنی اپنی مُسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار شخص

Marfat.com

اراه اهل السنة قاطبة انه لا مدرك للاحكام سوی الشرع المنقول لا يتلقی من قضيات العقول. فاما من عدا اهل الحق من طبقات الخلق كالرافضة والكرامية والمعتزلة وغيرهم فانهم ذهبوا الى ان الاحكام منقسمة، فمنها ما يتلقی من الشرع المنقول، ومنها ما يتلقی من قضيات العقول. قال: واما نحن فنقول: لا يجب شئ قبل مجئ الرسول فاذا ظهر واقام المعجزة يمكن العاقل من النظر؛ فنقول: لا يعلم اول الواجبات الا بالسمع، فاذا جاء الرسول وجب عليه النظر. وعند هذا يسأل المستطرفون فيقولون: ما الواجب الذی هو طاعة وليس بقربة؟ وجوابه: ان النظر الذی هو اول الواجبات طاعة وليس بقربة لانه ينظر للمعرفة فهو مطيع وليس بمتقرب لانه انما يتقرب الى من يعرفه.

قال: وذكر شيخنا الامام فی هذا المقام شيئا حسنا فقال: قبل مجئ الرسول يتعارض الخواطر والطرق اذ ما من خاطر يعرض له الا ويمكن ان يقدر ان يخطر خاطر آخر على نقيضه فيتعارض الخواطر ويقع العقل فی حيرة ودهشة فيجب التوقف الى ان ينكشف الغمة وليس ذلك الا لمجئ الرسول. وهاهنا قال الاستاذ ابو اسحاق: ان قول "لا ادری" نصف العلم، ومعناه انه انتهی علمی الى حد وقف عنده مجاوزة العقل؛ وهذا انما يقوله من وقف فی العلم وعرف مجاری العقل مما لا يجری فيه ووقف عنده - انتهى. وقال الامام فخر الدين الرازی فی "المحصول": شكر المنعم لا يجب عقلا خلافا للمعتزلة، لنا: انه لو تحقق الوجوب قبل البعثة لعذب تاركه ولا تعذيب قبل البعث فلا وجوب، اما الملازمة فبينة، واما انه لا تعذيب فلقوله سبحانه وتعالى "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" نفى التعذيب الى غاية البعثة فينبغی والا وقع الخلف فی قول الله وهو محال - انتهى. وذكر اتباعه مثل ذلك

Marfat.com

قیامت میں لائے جائیں گے، بچے، دیوانے، وہ جو فترت میں مرا، اور شیخ فانی بڈھا
ہر ایک اپنی اپنی برأت کی دلیل میں بولے گا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ جہنم کے دہانے کو
حکم دیگا کہ کھل جا! پھر ان سے فرمائے گا میں (دنیا میں) بندوں کی طرف اپنی جانب
سے اپنے رسولوں کو بھیجتا تھا، اب میں بذاتِ خود تمہارے سامنے ہوں، اس جہنم میں
داخل ہو جاؤ۔ اسوقت جسکی تقدیر میں شقاوت لکھی جا چکی ہے کہے گا، اے رب
کیا تو ہمیں وہاں داخل ہونے کا حکم فرماتا ہے، جسے ہم جانتے بھی نہیں۔ اور جسکی
تقدیر میں سعادت لکھی جا چکی ہے، وہ داخل ہو کر اس میں دوڑتا ہو گا۔ پھر اللہ تعالےٰ
فرمائے گا، جبکہ اب تم نے میری نافرمانی کی، تو میرے رسولوں کو تو اس سے بڑھ کر
جھٹلاتے اور نافرمانی کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ سعید کو جنت میں اور شقی کو جہنم میں داخل کر دیگا۔

پانچویں حدیث:۔ حضرتِ عبدالرزاق، ابنِ جریر، ابن المنذر، اور ابن
ابی حاتم، حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہلِ فترت، مخبوط الحواس، گونگے، بہرے
اور ان بوڑھوں کو جنہیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، جمع کر کے فرشتوں کو انکے پاس
بھیجے گا کہ انھیں (بغرضِ امتحان) جہنم کی آگ میں ڈالدیں، اسوقت وہ کہینگے کہ یہ
کیوں ہے؟ ہمارے پاس تو رسول بھی نہ آئے؟ ــــ حضور فرماتے ہیں، خدا کی قسم
اگر وہ آگ میں (حکم سنتے ہی) داخل ہو جاتے، تو یقیناً وہ آگ ان پر ٹھنڈی سلامتی والی
ہو جاتی۔ پھر بھیجا جاتا انکی طرف تو اسکی وہی فرمانبرداری کرتے، جسے خدا چاہتا کہ
وہ فرمانبرداری اسکی کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ
پڑھ لو۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا الآیہ | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول کو نہ بھیجیں۔

اس حدیث کی سند بشرطِ بخاری و مسلم صحیح ہے، اور اسکی مثل بھلے سے کوئی
رائے نہیں کہی گئی۔ لہٰذا یہ حکم میں مرفوع کے ہے۔

Marfat.com

کصاحب "الحاصل والتحصیل" والبیضاوی فی منهاجه. وقال القاضی
تاج الدین السبکی فی "شرح مختصر ابن الحاجب" علی مسألة شکر المنعم:
فیخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا یموت ناجیا ولا یقاتل حتی
یدعی الی الاسلام، وهو مضمون بالکفارة والدیة ولا یجب القصاص
علی قاتله علی الصحیح. وقال البغوی فی "التهذیب": اما من لم تبلغه
الدعوة فلا یجوز قتله قبل ان یدعی الی الاسلام فان قتل قبل ان یدعی
الی الاسلام وجب فی قتله الدیة والکفارة. وعند ابی حنیفة رحمه
الله لا یجب الضمان بقتله، واصله انه عندهم محجوج علیه بعقله
وعندنا هو غیر محجوج علیه قبل بلوغ الدعوة الیه بقوله تعالیٰ:
"وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" فثبت انه لا حجة علیه قبل مجیء
الرسول - انتهی. وقال الرافعی فی الشرح: من لم تبلغه الدعوة لا یجوز
قتله قبل الاعلام والدعاء الی الاسلام، ولو قتل کان مضمونا خلافا لابی
حنیفة. ومبنی الخلاف علی انه محجوج علیه بالعقل عنده، وعندنا
من تبلغه الدعوة لا تثبت علیه الحجة ولا یتوجه المؤاخذة، قال تعالیٰ:
"وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" - انتهی. وقال الغزالی فی "البسیط"[1]:
من لم تبلغه الدعوة یضمن بالدیة والکفارة لا بالقصاص علی الصحیح
لانه لیس مسلما علی التحقیق وانما هو فی معنی المسلم. وقال ابن الرفعة
فی "الکفایة": لانه مولود علی الفطرة ولم یظهر منه عناد. وقال النووی[2]

---

[1] البسیط فی الفروع للامام حجة الاسلام حامد محمد بن محمد الغزالی
الشافعی، المتوفی سنة خمس وخمس مائة[2] وهو الامام الحافظ ابو زکریا یحیی
بن شرف الدین النووی الشافعی المتوفی سنة ست وسبعین وست مائة.

Marfat.com

چھٹی حدیث: - حضرت بزار و حاکم نے اپنی "مستدرک" میں حضرتِ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت قایم ہوگی، تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی پشتوں پر بتوں کو اٹھائے ہوئے آئینگے۔ رب تبارک و تعالیٰ اُن سے پوچھے گا، تو وہ کہینگے، اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف رسولوں کو بھیجا ہی نہیں، اور نہ تیرا کوئی حکم ہی آیا۔ اگر تو ہمارے پاس رسولوں کو بھیجتا، تو یقیناً تیرے بندوں (رسولوں) کی اطاعت کرتے۔ اُسوقت اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائیگا، کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی حکم دیا جاتا، تو تم ہماری اطاعت کرتے؟ وہ کہینگے ہاں! تب اُن سے فرمائیگا، چلو جہنم کی طرف، اور اُس میں داخل ہو جاؤ، پھر وہ چلینگے، یہانتک کہ جب اُسکے قریب ہونگے، تو جہنم کا غیظ و غضب پائینگے اُسوقت اپنے رب کی طرف لوٹ کر کہینگے، اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نجات دے۔ تب حق تعالیٰ اُن سے فرمائیگا، کیا تم یہ گمان نہیں رکھتے تھے کہ اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں، تو تم میری اطاعت کروگے؟ پھر اللہ تعالیٰ اس پر ان سے عہد لیگا، اور دوبارہ حکم دیگا کہ چلو جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ چلینگے جب جہنم کو دیکھیں گے تو پھٹ جائینگے، اور واپس ہو کر کہینگے، اے رب ہم میں تفرقہ ڈالدیا اور ہم طاقت نہیں رکھتے کہ داخل ہو کر جہنم کو بھر دیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر وہ پہلی ہی مرتبہ داخل ہو جاتے، تو آگ اُن پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جاتی۔" متخرج حدیث حضرت حاکم فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

ساتویں حدیث: - طبرانی و ابو نعیم، بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ممسوح العقل (دیوانہ) زمانہ فترت میں مرنے والے، اور خورد سالی میں مرنے والے بچے لائے جائینگے۔ پس دیوانہ (ممسوح العقل) کہے گا، اے رب اگر تو مجھے عقل دیتا، تو جو عقلمند نیک بختی کے کام کرتے ہیں، یقیناً میں بھی وہی کرتا

فی شرح مسلم" فی مسألة اطفال المشرکین: المذهب الصحیح المختار الذی صار الیه المحققون انهم فی الجنة لقوله تعالی: "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا". قال: واذا کان لایعذب البالغ لکونه لم تبلغه الدعوة فغیره اولی۔ انتهی. فان قلت: هذا المسلك الذی قد رته هل هو عام فی اهل الجاهلیة کلهم؟ قلت: لا، بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبی اصلا، اما من بلغته منهم دعوة احد من الانبیاء السابقین ثم اصر علی کفره فهو فی النار قطعا؛ وهذا لانزاع فیه. واما ابوان الشریفان فالظاهر من حالهما ما ذهبت الیه هذه الطائفة من عدم بلوغهما دعوة احد، وذلك لمجموع امور: تأخر زمانهما وبعد ما بینهما وبین الانبیاء السابقین، فان آخر الانبیاء قبل بعثة نبینا صلی الله علیه وآله وسلم عیسی علیه السلام، وکانت الفترة بینه وبین بعثة نبینا نحو ست مائة سنة، ثم انهما کانا فی زمن جاهلیة وقد طبق الجهل الارض شرقا وغربا وفقد من یعرف الشرائع ویبلغ الدعوة علی وجهها الا نفر یسیر من احبار اهل الکتاب، مفرقت فی اقطار الارض کالشام وغیرها؛ ولم یعهد تقلب لهما فی الاسفار سوی المدینة، ولا عمرا عمرا طویلا بحیث یقع لهما فیه التنقیب والتفتیش، فان والد النبی صلی الله علیه وآله وسلم لم یعش من العمر الا قلیلا.

قال الامام الحافظ صلاح الدین العلائی[1] فی کتابه "الدرة السنیة فی مولد خیر البریة": کان سن عبد الله حین حملت منه آمنة برسول الله صلی الله علیه وآله وسلم نحو ثمانیة عشر عاما، ثم ذهب الی المدینة یمتار منها تمرا لاهله فمات بها عند اخواله من بنی النجار والنبی صلی

---

[1] هو الحافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی۔

اور اہلِ فترت، اور خوردسال بچے بھی اسی قسم کی بات کہینگے۔ اس پر رب العزت فرمائیگا، اگر (اب بھی) میں تمکو کوئی حکم دوں، تو میری اطاعت کروگے؟ وہ سب کہینگے ہاں! پھر حکم دیگا، جاؤ آگ میں داخل ہوجاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر وہ داخل ہوجاتے، تو آگ اُنھیں کچھ نقصان نہ پہنچاتی، اور اُن پر آگ کے فرائض (یعنی جلانے کے افعال) کو دُور کردیا جاتا، مگر اُنھوں نے یہی گمان کیا کہ وہ ویسا ہی ہلاک کریگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ وہ فوراً (بغیر آگ میں داخل ہوئے) واپس آجائینگے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ اُنھیں حکم دیگا، پھر وہ یونہی لوٹ آئینگے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میں تمہیں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ تم میرے حکم پر عمل کرنیوالے نہیں ہو، اور میرے علم میں تھا کہ تم یونہی لوٹ آؤگے (فرشتوں کو حکم دیگا کہ) اِنھیں آگ میں جھونک دو۔ پس فرشتے اُنکو پکڑ لینگے۔

الکیاہراسی (یعنی علی بن محمد طبری شافعی المتوفی ۵۰۴ھ) اپنی کتاب "تعلیق" میں، نعمت دینے والے کے شکر کے مسئلہ اصول میں فرماتے ہیں کہ:۔

"واضح رہنا چاہیئے کہ تمام اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ احکام کے لیے شریعت میں نقل کے سوا عقل کی گنجائش نہیں ہے، اور نہ عقلی قضیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اہلِ حق کے سوا دیگر طبقے مثلاً روافض، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ احکام کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ تو وہ احکام ہیں جنکے لیے شریعت میں نقل کی ضرورت ہے، اور کچھ وہ احکام ہیں، جنکے لیے عقلی قضیوں کی حاجت ہے۔ لیکن ہم جواب میں کہتے ہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ پھر جب رسول تشریف لے آئے اور معجزہ قایم فرمادے، تب عاقل کے لیے غور کا امکان ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے واجبات کا علم، سمع یعنی سُننے سے حاصل ہوتا ہے پھر جب رسول آجائے تو اُس پر غور کرنا واجب ہے۔ اس اصول پر اگر کوئی یاوہ گو سوال کرے، اور یہ کہے کہ ایسا کوئی واجب نہیں کہ وہ طاعت تو ہو، مگر قربت نہ ہو۔

Marfat.com

الله علیه وآله وسلم حمل علی الصحیح - انتهی. وامه قریبة من ذلك لا سیما وهی امراة مصونة محجبة فی البیت عن الاجتماع بالرجال، والغالب علی النساء انهن لا یعرفن ما الرجال فیه من امر الدیانات والشرائع خصوصا فی زمان الجاهلیة الذی رجاله لا یعرفون ذلك فضلا عن نسائه ولهذا لما بعث النبی صلی الله علیه وآله وسلم تعجب من بعثته اهل مكة وقالوا: "ابعث الله بشرا رسولا" وقالوا: "ولو شاء الله لانزل ملئكة ما سمعنا بهذا فی اٰبائنا الاولین". فلو كان عندهم علم من بعثة الرسل ما انكروا ذلك، وربما كانوا یظنون ان ابراهیم بعث بما هم علیه فانهم لم یجدوا من یبلغهم شریعة ابراهیم علی وجهها لدثورها وفقد من یعرفها اذ كان بینهم وبین زمن ابراهیم علیه السلام ازید من ثلاثة الاف سنة، فاتضح بذلك صحة دخولهما فی هذا المسلك. ثم رأیت الشیخ عز الدین ابن عبد السلام[1] قال فی امالیه ما نصه: كل نبی انما ارسل الی قومه الا نبینا صلی الله علیه وآله وسلم، قال: فعلی هذا یكون ما عدا قوم كل نبی من اهل الفترة الا ذریة النبی السابق فانهم مخاطبون ببعثة السابق الا ان تدرس شریعة السابق فتصیر الكل من اهل الفترة - هذا كلامه. فبان بذلك ان الوالدین الشریفین من اهل الفترة بلا شك لانهما لیسا من ذریة عیسی ولا من قومه. ثم ترشح مما قال حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حجر: ان الظن بهما ان یطیعا عند الامتحان امران: احدهما: ما اخرجه الحاكم فی "المستدرك"، وصححه عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه - قال قال شاب من الانصار - لم ار رجلا كان اكثر سؤالا لرسول الله

[1] هو عبد العزیز بن عبد السلام الشافعی، المتوفی فی سنة ستین وست مائة - كذا فی كشف الظنون فی ذكر "امام فی ادلة الاحكام" ولم یذكر له الامالی، فلعل ما فی المتن تصحیف، والله اعلم-

58716

Marfat.com

تو اسکا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ پہلی بار غور کرتا کہ یہ سب سے پہلا واجب ہے مطاعت ہے مگر اس میں قربت نہیں ہے، کیونکہ وہ معرفت کے لیے غور کرتا ہے، لہٰذا وہ مطیع ہے، اور قربت اسلیے نہیں ہے کہ وہی مقرب بنتا ہے جسے اُسکی معرفت ہو جائے۔

(گویا کہ معرفت کے بعد قربت کا درجہ ہے)۔

مصنف رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ و امام نے اس مقام میں کیا خوب کہا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے دلوں کے خیالات مختلف و متعارض ہوتے ہیں، اور راستہ وہی کہلاتا ہے جبکہ سوچنے والے کو دل دکھائے مگر جبکہ یہ امکان و قدرت ہو کہ دل پہلے خیال کے برعکس، دوسرا خیال لا سکے، تو دل کے خیالات میں تعارض پیدا ہو جاتا ہے، اور عقل حیرت و دہشت میں پڑ کر رہ جاتی ہے تب اس پر توقف واجب ہو جاتا ہے، یہانتک کہ پردہ اُٹھ جائے، اور راستہ واضح ہو جائے، اور یہ بات رسول کے آنے پر ہی موقوف ہے۔ اس جگہ استاذ ابو اسحاق فرائینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بیشک قول "لَا اَدْرِیْ" (میں نہیں جانتا) نصف علم ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ میرا علم ایک حد پر جا کر ٹھہر گیا، اور عقل کی جولانیاں وہاں جا کر ختم ہو گئیں۔ اور یہ بات وہی کہتا ہے، جو علم سے واقف ہو، اور عقل کی جولانیوں کو جانتا ہو کہ اس سے آگے علم کی رسائی نہیں ہے اور اسکے پاس ٹھہر جائے۔ انتہیٰ

امام فخر الدین رازی "المحصل" میں فرماتے ہیں کہ منعم کا شکر از روئے عقل واجب نہیں، بخلاف معتزلہ کے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر بعثت سے پہلے واجب کا تحقق و ثبوت ہوتا، تو یقیناً ترک واجب پر عذاب ہوتا، حالانکہ بعثت سے پہلے مرنے والوں پر نہ عذاب ہے اور نہ کوئی واجب۔ لیکن ہمیشہ رہنا تو یہ ظاہر ہے۔ اور عذاب کا نہ ہونا، تو یہ فرمانِ الٰہی ہے کہ :۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا الآیہ	ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ:- یا رسول اللہ! ارأیت ابواك فی النار؟ فقال: ما سألت ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود۔ فهذا الحدیث یشعر بانه مرتجٍ لهما الخیر عند قیامه المقام المحمود، وذلك بان یشفع لهما فیوفقا للطاعة اذا امتحنا حینئذ کما یمتحن اهل الفترة؛ ولاشك فی انه یقال عند قیامه ذلك المقام: سل تعط واشفع تشفع! کما فی الاحادیث الصحیحة، فاذا سأل ذلك اعطیه۔ الامر الثانی: ما اخرجه ابن جریر فی تفسیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنهما فی قوله تعالیٰ: "ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ" قال: من رضیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لایدخل احد من اهل بیته النار۔ ولهذا اعمم الحافظ ابن حجر فی قوله: الظن باهل بیته کلهم ان یطیعوا عند الامتحان۔ وحدیث ثالث: اخرج ابو سعید فی "شرف النبوة"[1] والملا فی سیرته عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: سألت ربی ان لایدخل النار احدا من اهل بیتی، فاعطانی ذلك۔ اوردہ الحافظ محب الدین الطبری فی کتابه "ذخائر العقبیٰ"[2]۔ وحدیث رابع اصرح من هذین: اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اذا کان یوم القیامة شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی کان فی الجاهلیة۔ اوردہ المحب الطبری وهو من الحفاظ والفقهاء فی کتابه "ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ" وقال: ان ثبت فهو مأول فی ابی طالب علی ما ورد فی الصحیح من تخفیف

---

[1] قال فی کشف الظنون: شرف النبوة من کتب الاحادیث لابی سعید عبد الملك بن ابی عثمان محمد الواعظ الخرکوشی المار ذکرہ کذا فی فضائل العشرة۔ انتهیٰ۔ [2] ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ مجلد لمحب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری المتوفی سنة اربع وتسعین وست مائة۔

Marfat.com

باقی رہا بعثت کے بعد عذاب دینا، تو یہ صحیح ہے، ورنہ فرمانِ الٰہی میں خفت واقع ہوگی اور یہ محال ہے۔ انتہی

یہی بات بعد والے متاخرین علماء بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً "الحاصل والمحصول" کے مصنف، اور صاحبِ بیضاوی اپنے "منہاج" میں، اور قاضی تاج الدین سبکی "شرح مختصر ابن الحاجب" میں، شکرِ منعم کے مسئلہ کے تحت بیان کرتے ہیں۔

غرضیکہ حاصلِ مسئلہ یہ ہوا کہ جسے "دعوتِ حق" نہیں پہنچی وہ ہمارے نزدیک اُس کی موت نجات پانے والی ہے۔ اور کفار سے جنگ نہیں کی جائیگی جبتک کہ پہلے دعوتِ اسلام نہ دیدیں۔ اسی کے ضمن میں کفارہ اور دیت بھی ہے۔ اور مذہب اصح یہی ہے کہ کافر (حربی) کے قاتل پر قصاص واجب نہیں ہے۔ اور امام بغوی رحمۃ اللہ "التہذیب" میں فرماتے ہیں کہ "لیکن جسے دعوتِ اسلام نہ پہنچی اُس کا قتل جائز نہیں ہے۔ جبتک کہ اُسے دعوتِ اسلام نہ دیجائے۔ لیکن اگر اُسے دعوتِ اسلام سے پہلے قتل کردیا، تو ایسے قتل میں دیت و کفارہ واجب ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسکے قتل سے ضمان واجب نہیں ہوتا۔

اور مذکورہ طبقات و فرقوں کی بنیاد یہ ہے کہ اُنکے نزدیک اِن افراد پر عقل کے ذریعہ حجت قایم کی گئی ہے، اور ہمارے نزدیک دعوتِ حق سے پہلے اُن پر کوئی حجت قایم نہیں ہے، کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا الآیہ	اور ہم عذاب کرنے والے جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ نبی و رسول کی تشریف آوری سے قبل اُن پر کوئی حجت قایم نہیں ہے۔ انتہی

حضرت رافعی رحمۃ اللہ "شرح" میں فرماتے ہیں کہ جسے دعوتِ اسلام نہ پہنچے اُسکا قتل خبردار کرنے اور اسلام کی دعوت دینے سے پہلے جائز نہیں۔ اور اگر قتل کردیا تو ضمان لازم ہوگا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس سے اختلاف فرمایا ہے

Marfat.com

العذاب عنه بشفاعته انتهى وانما احتاج الى تاويله فى ابى طالب دون الثلاثة ابيه وامه واخيه يعنى من الرضاعة لان اباطالب ادرك البعثة ولم يسلم و الثلاثة ماتوا فى الفترة. وقد ورد هذا الحديث من طريق آخر اضعف من هذا الطريق من حديث ابن عباس رضى الله عنهما اخرجه ابو نعيم وغيره وفيه التصريح بان الاخ من الرضاعة؛ فالطرق عدة يشد بعضها بعضا فان الحديث الضعيف يتقوى بكثرة طرقه واشلها حديث ابن مسعود رضى الله عنه فان الحاكم صححه. ومما ينضم الى ذلك وان لم يكن صريحا فى المقصود ما اخرجه الديلمى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: اول من اشفع له يوم القيامة اهل بيتى ثم الاقرب فالاقرب. وما اورده المحب الطبرى فى "ذخائر العقبى" وعزاه لاحمد فى المناقب عن على رضى الله عنه قال قال رسول الله عليه وآله وسلم: يامعشر بنى هاشم! والذى بعثنى بالحق نبيا! لو اخذت بحلقة الجنة ما بدأت الا بكم. وما اورده ايضا وعزاه لابن جرير عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: ما بال اقوام يزعمون ان رحمى لا ينفع بل حتى يبلغ الحكم[1] وهم احد قبيلتين من اليمن انى لاشفع فاشفع حتى ان من اشفع له ليشفع فيشفع حتى ان ابليس ليتطاول طمعا فى الشفاعة.

لطیفة

[1] الحكم محركة: الرجل المسن ومخلاف باليمن - قاموس، وفى النهاية: وفيه) شفاعتى لاهل الكبائر من امتى حتى حكم وحاء هما قبيلتان جافيتان من وراء رمل يبرين.

Marfat.com

اور انکے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اُس پر عقلی حجت لازم ہے، مگر ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک جسے دعوت نہ پہنچے اُس پر نہ حجت ثابت ہے، اور نہ اُس پر گرفت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا الآیہ انتہیٰ

حضرت امام غزالی "البسیط" میں فرماتے ہیں کہ جسے دعوتِ اسلام نہ پہنچی صحیح مسئلہ یہ ہے کہ دیت و کفارہ لازم ہے قصاص نہیں، اسلیے کہ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے۔ البتہ وہ معنیً مسلم ہے۔ اور ابن الرفعہ "الکفایہ" میں کہتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ وہ فترت پر پیدا ہوا، اور اُس سے دشمنی ظاہر نہ ہوئی۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ "شرح مسلم" میں مشرکوں کے بچوں کے مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح مذہب مختار وہی ہے جس پر محققین ہیں کہ یہ افراد جنتی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ الآیہ۔ فرماتے ہیں کہ جبکہ دعوت اسلام کے نہ پہنچنے پر بالغ پر عذاب نہیں ہوتا، تو اسکے غیر پر بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا۔ انتہیٰ

اب اگر تم اس بیان کردہ مسئلہ پر یہ کہو کہ کیا یہ جاہلیت کے تمام لوگوں پر عام ہے تو جواب میں کہونگا کہ نہیں، بلکہ یہ صرف اُسی شخص کے ساتھ خاص ہے، جسے نبی کی دعوت اصلا سے پہنچی ہی نہ ہو۔ لیکن جسے انبیاءِ سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کی دعوت پہنچ گئی، پھر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے، تو وہ قطعی جہنمی ہے اور اس میں کسی کا نزاع نہیں ہے۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ شریفین کریمین کا حال ظاہر ہے اور اہلِ سنت وجماعت کے ہر عالم کا مذہب یہی ہے کہ انبیاءِ سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کی بھی اُنھیں دعوت نہیں پہنچی۔ اور ان دونوں کا زمانہ سب سے آخر ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل، آخر الانبیاء سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فترت کا زمانہ چھ سو برس کے قریب ہے۔ پھر یہ کہ یہ دونوں ایسے زمانہ جاہلیت میں تھے کہ رُو کے

Marfat.com

نقل الزركشی فی الخادم[۱]: عن ابن دحیة انه جعل من انواع الشفاعات التخفیف عن ابی لهب فی کل یوم اثنین لسروره بولادة النبی صلی الله علیه وآله وسلم واعتاقه ثویبة حین بشرته، قال: وانما هی کرامة له صلی الله علیه وسلم.

تنبیه

ثم رایت الامام اباعبد الله محمد بن خلف الابی بسط الکلام علی هذه المسألة فی شرح مسلم عند حدیث "ان ابی واباك فی النار" واورد قول النووی فیه: ان من مات کافرا فی النار ولا تنفعه قرابة الاقربین، ثم قال قلت: انظر هذا الاطلاق وقد قال السهیلی: لیس لنا ان نقول ذلك فقد قال صلی الله علیه وآله وسلم: لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات، وقال الله تعالی: "ان الذین یؤذون الله ورسوله" ولعله یصح ماجاء انه صلی الله علیه وآله وسلم سأل الله سبحانه فاحیاله ابویه فآمنا، ورسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فوق هذا ولا یعجز الله سبحانه شیئ. ثم اورد قول النووی وفیه. ان من مات فی الفترة علی ما کانت علیه العرب من عبادة الاوثان فی النار، ولیس هذا من التعذیب قبل بلوغ الدعوة لانه بلغتهم دعوة ابراهیم وغیرهم من الرسل، ثم قال قلت: تأمل ما فی کلامه من التنافی فان من بلغتهم الدعوة لیسوا باهل الفترة[۲]، فان اهل الفترة هم الامم الکائنة بین

[۱] خادم الرافعی والروضة فی الفروع فی اربعة عشر مجلد البدر الدین محمد بن بهادر الزرکشی الشافعی المتوفی سنة تسع واربعین وسبع مائة، کما ذکر صاحب کشف الظنون.
[۲] کذا فی المنقول عنه والمعنی مخبوط، والظاهر ان یکون هکذا: فانه ان بلغتهم الدعوة فلیسوا باهل الفترة ۱۲.

زمین کی ہر جانب جہالت پھیل چکی تھی، اور شریعتوں کی معرفت مفقود ہو چکی تھی، اور صرف چند اہل کتاب کے علماء و احبار دعوتِ حق کی تبلیغ کرتے تھے، جو زمین کے مختلف اطراف میں مثلاً شام وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان دونوں کا سفر مکہ سے مدینہ کے سوا کہیں نہیں گزر ہوا، اور نہ انھوں نے عمر طویل پائی کہ جس میں جستجو اور تلاش واقع ہوتی۔ اور حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ نے تو بہت ہی تھوڑی عمر گزاری۔

حضرتِ امام حافظ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ اپنی کتاب "الدرۃ السنیۃ فی مولدِ خیر البریۃ" میں فرماتے ہیں کہ جسوقت حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شکمِ والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا میں رونق افروز ہوئے، اسوقت آپ کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ سال کے قریب تھی۔ پھر مدینہ منورہ اپنی بیوی کے لیے کھجوریں لینے کیلئے گئے تو قبیلۂ بنی نجار میں اپنے ماموں کے گھر انتقال ہو گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قولِ صحیح کی بناء پر حمل میں ہی تھے، انتہی۔ اور آپ کی والدۂ ماجدہ حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی اتنی ہی تھی۔ وہ مردوں کے اجتماع سے کنارہ کش، پردہ نشیں اور گھر میں رہنے والی عورت تھیں۔ اور اکثر عورتیں نہیں جانتی ہیں کہ مردوں کا دین و شریعت کیا ہے۔ خصوصًا ایسے زمانہ جاہلیت میں جبکہ مرد عورتوں کی قدر و منزلت اور وقعت کچھ جانتے ہی نہ تھے۔

اسی بناء پر جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، اور اعلانِ نبوت فرمایا، تو اہلِ مکہ آپ کی بعثت پر متعجب ہو کر کہنے لگے اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی کیا اللہ نے بشر کو رسول کر کے مبعوث کیا"۔ اور کہتے وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً مَّا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ۔ یعنی اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا" ہم نے ایسا تو اپنے گزشتہ باپوں سے سنا تک نہیں"۔ لہٰذا اگر انہیں رسولوں کی بعثت کا علم ہوتا، تو ایسا انکار نہ کرتے، حالانکہ بہت سے اہلِ عرب یہ گمان رکھتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

ازمنة الرسل الذين لم يرسل اليهم الاول ولا ادركوا الثانی، كالاعراب الذين لم يرسل اليهم عيسى ولا لحقوا النبی صلی الله عليه واله وسلم، و الفترة بهذا التفسير تشمل ما بين كل رسولين ولكن الفقهاء اذا تكلمو فی الفترة فانما يعنون التی بين عيسى والنبی صلی الله عليه واله وسلم

ولما دلت القواطع على انه لا تعذيب حتی تقوم الحجة، علمنا انهم غير معذبين؛ فان قلت: صحت احاديث بتعذيب اهل الفترة كصاحب المحجن وغيره، قلت: اجاب عن ذلك عقيل بن ابی طالب بثلاثة اجوبة الاول: انها اخبار احاد فلا تعارض القاطع، الثانی: قصر التعذيب على هؤلاء - والله اعلم بالسبب، الثالث: قصر التعذيب فی هذه الاحاديث على من بدل وغير الشرائع وشرع من الضلال ما لا يعذر به، فان اهل الفترة ثلاثة اقسام: القسم الاول: من ادرك التوحيد ببصيرته، ثم من هؤلاء من لم يدخل فی شريعة كقس بن ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل، ومنهم من دخل فی شريعة قائمة حقة للرسل كتبع وقومه. القسم الثانی: من بدل وغير واشرك ولم يوحد، وشرع لنفسه فحلل وحرم، وهم الاكثر كعمرو بن لحی اول من سن للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحكام فبحر البحيرة وسيب السائبة ووصل الوصيلة وحمى الحامی؛ وزادت طائفة من العرب على ما شرعه ان عبدوا الجن والملائكة وخرقوا البنين والبنات واتخذوا بيوتا جعلوا لها سدنة[1] وحجابا يضاهون الكعبة كاللات والعزى ومناة. والقسم الثالث: من لم يشرك ولم يوحد ولا دخل فی شريعة نبی ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع دينا بل بقی عمره على حال غفلة عن

---

[1] سدن سدنا وسدانة: خدم الكعبة او بيت الصنم، عمل الحجابة فهو سادن، كذا فی القاموس.

سی دین پر مبعوث تھے جس پر وہ خود ہیں، کیونکہ انھوں نے حقیقی اور محفوظ طریقہ پر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو پایا ہی نہ تھا، اور انہی شریعت کی معرفت مفقود تھی۔ سلیے کہ انکے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زائد کا فاصلہ تھا۔ لہٰذا اس مسلک و مذہب کے صحت کی خوب وضاحت ہو گئی۔

پھر میں نے اس تصریح کو دیکھا جسے شیخ عزالدین ابن عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "امالیہ" میں بیان کیا کہ "ہر نبی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا گیا، بجز ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پر ہر نبی کے قوم کے ماسوا لوگ اہلِ فترت ہونگے مگر گزشتہ نبی کی اولاد کیونکہ وہ گزشتہ بعثت کے مخاطب ہیں، مگر جبکہ وہ گزشتہ شریعت کے پڑھنے پڑھانے کو چھوڑ دیں، تو وہ سب اہلِ فترت ہو جائینگے۔ ان کا یہ کلام ظاہر کرتا ہے کہ بلا شک وشبہ حضور کے والدین شریفین اہلِ فترت میں سے تھے، کیونکہ وہ دونوں نہ تو حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی ذریت سے ہیں، اور نہ انکی قوم سے۔

پھر یہ کہ جو حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے اُس سے مترشح ہوتا ہے کہ گمان یہ ہے کہ دو وجہوں سے وہ دونوں بوقتِ امتحان مطیع و فرمانبردارِ حکمِ الٰہی ہوں گے۔

وجہ اول:۔ پہلی وجہ یہ ہے جسے حاکم نے "المستدرک" میں روایت کیا، اور اسکی صحت حضرتِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے کی کہ حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری جوان نے حضور صلی اللہ علیہ سے پوچھا (میں نے اس جوان سے زیادہ کسی کو حضور سے سوالات کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اس جوان نے پوچھا) یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنے والدین کو آگ میں دیکھا ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں اپنے رب سے جو مانگوں گا وہ مجھے والدین کے بارے میں ضرور عطا فرمائے گا۔ اور یقیناً میں اس دن مقامِ محمود میں کھڑا ہونگا۔" یہ حدیث نشاندہی کر رہی ہے کہ مقامِ محمود کے قیام کے وقت، حضور کے والدین کو ضرور بھلائی حاصل ہو گی،

Marfat.com

هذا كله، وفي الجاهلية من كان كذلك؛ فاذا انقسم اهل الفترة الى ثلاثة اقسام فيحمل من صح تعذيبه على اهل القسم الثاني لكفرهم بما لا يعذرون به. واما القسم الثالث فهم اهل الفترة حقيقة وهم غير معذبين للقطع كما تقدم، واما القسم الاول فقد قال صلى الله عليه واله وسلم في كل من قس وزيد: انه يبعث امة واحدة، واما تبع ونحوه فحكمهم حكم اهل الدين الذين دخلوا فيه ما لم يلحق احد منهم الاسلام الناسخ لكل دين. انتهى ما اورده الابي.

المسلك الثاني

انهما لم يثبت عنهما شرك بل كانا على الحنيفية دين جدهما ابراهيم على نبينا وعليه الصلاة والسلام كما كان على ذلك طائفة من العرب كزيد بن عمرو بن نفيل وورقة بن نوفل وغيرهما، وهذا المسلك ذهبت اليه طائفة، منهم: الامام فخر الدين الرازي فقال في كتابه "اسرار التنزيل" ما نصه: قيل ان آزر لم يكن والد ابراهيم بل كان عمه" واحتجوا عليه بوجوه، منها: ان آباء الانبياء ما كانوا كفارا، ويدل عليه وجوه، منها: قوله تعالى: "الذي يراك حين تقوم ۝ وتقلبك في السجدين" قيل: معناه انه كان ينقل نوره من ساجد الى ساجد. وبهذا التقدير الاية دالة على ان جميع اباء محمد صلى الله عليه واله وسلم كانوا مسلمين" وحينئذ يجب القطع بان والد ابراهيم ما كان من الكافرين انما ذاك عمه. اقصى ما في الباب: ان يحمل قوله تعالى: "وتقلبك في السجدين" على وجوه اخر، واذا وردت الروايات بالكل ولا منافاة بينها وجب حمل

اس کی صورت یہ ہوگی کہ جب وقت اہلِ فترت کا امتحان لیا جائیگا، تو ان کا بھی امتحان ہوگا اسوقت حضور انکی شفاعت کرینگے، اور خدا انکو اطاعت کی توفیق عنایت فرمائیگا۔ اس میں کوئی شک وتردد کی گنجائش نہیں کہ مقامِ محمود پر حضور سے قیام کے وقت کہا جائے گا سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (مانگئے دیا جائیگا۔ شفاعت کیجئے قبول فرمائی جائے گی) جیساکہ صحیح احادیث میں مروی ہے۔ لہٰذا جب حضور اس کا سوال کرینگے۔ تو حق تعالےٰ انھیں عطا فرمائے گا۔

دوسری وجہ:۔ دوسری وجہ یہ ہے جسے ابنِ جریر نے اپنی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ (پ۔ سورۃ والضحیٰ)

اور یقیناً عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائینگے

فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ آپ کے اہلِ بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ داخل ہو۔ اسی بنا پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیم فرمائی ہے کہ اس قول سے یہ گمان مستفاد ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گھر والے (اہلِ بیت) بوقتِ امتحان اطاعتِ الٰہی بجالائینگے۔

تیسری حدیث:۔ حضرت ابو سعید نے "شرف النبوۃ" میں اور ایک جماعت نے حضور کی سیرتِ مبارکہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اپنے رب سے سوال کرونگا کہ میرے اہلِ بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ جائے، پس اللہ تعالےٰ میرے سوال کو قبول فرمائیگا" اس حدیث کو حافظ محب الدین طبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں لائے ہیں۔

چوتھی حدیث:۔ جو ان دونوں سے زیادہ صریح ہے یہ ہے جسے تمام رازی نے اپنی کتاب "فوائد" میں بسندِ ضعیف سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

Marfat.com

الاية على الكل؛ ومتى صح ذلك ثبت ان والد ابراهيم ما كان من عبدة الاوثان.
ثم قال: ومما يدل على ان اباء محمد صلى الله عليه وآله وسلم ما كانوا مشركين قوله عليه السلام: لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات، وقال تعالى: "انما المشركون نجس"؛ فوجب ان لا يكون احد من اجداده مشركا.
هذا كلام الامام فخر الدين الرازي بحروفه، وناهيك به امامة وجلالة! فانه امام اهل السنة في زمانه، والقائم بالرد على الفرق المبتدعة في وقته، والناصر لمذهب الاشاعرة في عصره؛ وهو العالم المبعوث على راس المائة السادسة ليجدد لهذه الامة امور دينها. وعندي في نصرة هذا المسلك وما ذهب اليه الامام فخر الدين امور، احدها: دليل استنبطه مركب من مقدمتين؛ الاولى: ان الاحاديث الصحيحة دلت على ان كل اصل من اصول النبي صلى الله عليه وآله وسلم من ادم الى ابيه عبد الله فهو خير اهل قرنه وافضلهم، ولا احد في قرنه ذلك خير منه ولا افضل؛ الثانية: ان الاحاديث والآثار دلت على انه لم تخل الارض من عهد نوح او ادم الى بعثة النبي صلى الله عليه وآله وسلم الى ان تقوم الساعة من ناس على الفطرة يعبدون الله ويوحدونه ويصلون له، وبهم تحفظ الارض، ولولاهم لهلكت الارض ومن عليها. واذا قرنت بين هاتين المقدمتين انتج منهما قطعا بان اباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم لم يكن فيهم مشرك، لانه قد ثبت في كل منهم انه خير قرنه؛ فان كان الناس الذين على الفطرة هم اباؤهم فهو المدعى، وان كان غيرهم وهم على الشرك لزم احد الامرين: اما ان يكون المشرك خيرا من المسلم وهو باطل بالاجماع، واما ان يكون غيرهم خيرا منهم وهو باطل لمخالفته الاحاديث الصحيحة؛ فوجب قطعا ان لا يكون فيهم

کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب قیامت ہوگی تو میں اپنے والد و والدہ اور چچا ابو طالب اور اپنے اُس بھائی کیلیے جو زمانہ جاہلیت میں گزر گیا، حق تعالی سے شفاعت کرونگا" اس حدیث کو المحب طبری جو کہ حفاظِ حدیث اور فقہاءِ ملت میں سے ہیں، اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں لائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہے، تو حضرتِ ابو طالب کے بارے میں ماؤل ہوگی، جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اُن کا عذاب کم ہو جائیگا۔ انتہیٰ

بلاشبہ حضرتِ ابو طالب کے بارے میں یہ حدیث محتاجِ تاویل ہوگی، نہ کہ بقیہ تینوں شخصوں کے، یعنی آپ کے والد و والدہ اور وہ رضاعی بھائی کے لیے، کیونکہ یہ تینوں زمانۂ فترت میں انتقال کر چکے ہیں۔ اور حضرت ابو طالب نے زمانہ بعثت پایا مگر اسلام نہ لائے۔

یہ درست ہے کہ یہ حدیث دوسری سندوں سے اس سند کے سوا حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ضعیف ہے، جیسے ابو نعیم وغیرہ نے تخریج کی ہے اور اُس میں تصریح ہے کہ بھائی سے مُراد رضاعی بھائی ہے۔ الہٰذا متعدد طرق سے احادیث کی روایت ایک دوسرے کو قوی و مضبوط بناتی ہے۔ کیونکہ ضعیف حدیث کثرتِ طرق کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے، اور یہ کہ اس کی مثل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے۔

اور اسی ضمن کی یہ حدیث بھی ہے، اگرچہ اس میں مقصود کی صراحت نہیں ہے، جسے دیلمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس کی شفاعت کرونگا وہ میرے اہلِ بیت ہیں، ثم الاقرب فالاقرب۔

اور وہ جو محب الدین طبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں روایت کیا ہے، اور آگے احمد نے مناقب میں عزیز لکھا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے

Marfat.com

مشرك ليكونوا خير اهل الارض فی كل قرنه.

ذكر أدلة المقدمة الاولیٰ

اخرج البخاری فی صحيحه عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: بعثت من خير قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی كنت فيه. واخرج البيهقی فی "دلائل النبوة" عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وآله وسلم قال: ما افترق الناس فرقتين الا جعلنی الله فی خيرهما فاخرجت من بين ابوی فلم يصبنی شئ من عهد الجاهلية وخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن ادم حتی انتهيت الی ابی وامی؛ فانا خيركم نفسا وخيركم ابا. واخرج ابونعيم فی "دلائل النبوة" من طرق عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال النبی صلی الله عليه وآله وسلم لم يزل الله ينقلنی من الاصلاب الطيبة الی الارحام الطاهرة مصفی مهذبا لا تتشعب شعبتان الا كنت فی خيرهما. واخرج مسلم والترمذی وصححه عن واثلة بن الاسقع رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: ان الله اصطفی من ولد ابراهيم اسمعيل واصطفی من ولد اسمعيل بنی كنانة واصطفی من بنی كنانة قريشا واصطفی من قريش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم. وقد اخرجه الحافظ ابو القاسم حمزة بن يوسف السهمی فی فضائل العباس من حديث واثلة بلفظ: ان الله اصطفی من ولد اسمعيل نزارا ثم اصطفی من ولد نزار مضر ثم اصطفی من مضر كنانة ثم اصطفی من كنانة قريشا ثم اصطفی من قريش بنی هاشم ثم اصطفی من بنی هاشم بنی عبد المطلب ثم اصطفانی

گروہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے بنی ہاشم کے لوگو! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر میں کسی جنتی گروہ کو بھیجوں گا، تو سب سے پہلے تم ہی کو بھیجوں گا۔

اور یہ بھی انھوں نے روایت کیا، اور اسے ابنِ جریر نے عزیز کہا ہے جو حضرتِ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہے، جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہیں دے گی، بلکہ یہانتک ہے کہ حکم پہنچ جائے۔ اور وہ یمن کے دو قبیلوں میں سے ایک ہے۔ بیشک میں شفاعت کرونگا، لہٰذا مجھ سے شفاعت مانگو، تاکہ میں اُس کی شفاعت کروں، جو بھی شفاعت چاہیگا اُس کی شفاعت قبول ہوگی۔ یہانتک کہ ابلیس بھی شفاعت کی طمع کرے گا۔

لطیفہ ۱۳:- زرکشی نے "الخادم" میں حضرتِ ابنِ دحیہ سے نقل کیا ہے کہ شفاعت کے اقسام میں سے ایک قسم عذاب کی تخفیف ہے جیسا کہ ابو لہب کے عذاب میں ہر پیر (دوشنبہ) کے دن کمی ہوتی ہے، کیونکہ اُس نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منائی اور اپنی باندی ثویبہ کو، جو آپ کی ولادت کی خوشخبری لائی تھی آزاد کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ تخفیفِ عذاب، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کی وجہ سے ہے۔

تنبیہ ۱۴:- پھر یہ کہ میں نے دیکھا ہے کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن خلف آبی نے اس مسئلہ پر مسلم کی شرح میں زیرِ حدیث اِنَّ اَبِی وَاَبَاكَ فِی النَّارِ (میرے اور تیرے باپ آگ میں ہیں) طویل بحث کی ہے۔ اور اس میں امام نووی کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ "بیشک جو کافر ہو کر مرے وہ جہنم میں ہے، اور اسے مقربوں کی قرابت نفع نہ پہنچائے گی"۔ پھر کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اس اطلاق پر غور کرو۔ حالانکہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ہمیں لائق نہیں کہ ہم یہ کہیں۔ بلاشبہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

من بنی عبد المطلب اورده المحب الطبری فی "ذخائر العقبیٰ". واخرج ابن ابن سعد فی طبقاته عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم: خیر العرب مضر وخیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو هاشم وخیر بنو هاشم بنو عبد المطلب، والله ما افترق فرقتان منذ خلق الله ادم الا کنت فی خیرهما. واخرج الطبرانی والبیهقی وابو نعیم عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم: ان الله خلق الخلق فاختار من الخلق بنی ادم واختار من بنی ادم العرب واختار من العرب مضر واختار من مضر قریشا واختار من قریش بنی هاشم واختارنی من بنی هاشم، فانا من خیار الی خیار. واخرج الترمذی وحسّنه والبیهقی عن العباس بن عبد المطلب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم: ان الله حین خلق خلقنی جعلنی من خیر خلقه، ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرهم قبیلة، وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسهم، ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیوتهم فانا خیرهم بیتا وخیرهم نفسا. واخرج الطبرانی والبیهقی وابو نعیم عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم: ان الله قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیرهما قسما، ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرها ثلثا، ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرها قبیلة، ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرها بیتا. واخرج ابو علی بن شاذان فیما اورده المحب الطبری فی "ذخائر العقبیٰ" وهو فی مسند البزار عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: دخل ناس من قریش علی صفیة بنت عبد المطلب فجعلوا یتفاخرون ویذکرون الجاهلیة، فقالت

نے فرمایا لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ یعنی مردوں کو برا کہکر زندوں کو تکلیف وایذا نہ پہنچاؤ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ | بیشک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں

اور ممکن ہے وہ روایت جو مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالےٰ نے آپ کیلیے آپ کے والدین کو زندہ کر دیا اور وہ ایمان لے آئے" صحیح ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بلند ہے، اور کوئی چیز حق تعالےٰ کو عاجز نہیں کرتی۔

پھر امام نووی کے قول پر اعتراض کیا کہ انکے قول میں ہے کہ بلاشبہ جو زمانۂ فترت میں اس حال پر مرے جس پر عام اہل عرب تھے کہ بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ جہنم میں ہیں۔ اور یہ عذاب دینا دعوت کے پہنچنے سے قبل نہیں ہے، اسلیے کہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر نبی و رسول کی دعوت پہنچ چکی ہے"۔ اسکے بعد کہا کہ میں کہتا ہوں کہ انکے کلام میں جو تضاد و منافات ہے اس پر غور کرو۔ اسلیے کہ اگر انھیں دعوت پہنچ جائے تو وہ اہلِ فترت نہیں رہتے۔ کیونکہ اہل فترت تو وہی امتیں کہلاتی ہیں جو ایسے رسولوں کے درمیانی زمانہ میں ہوں کہ جنکے پاس نہ تو پہلے کوئی رسول آیا ہو، اور نہ دوسرے حال کے رسولوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثلاً وہ بدوی (اعرابی) لوگ، جنکی طرف نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے، اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارکہ پایا۔

فترت کی اس تفسیر کے لحاظ سے ہر دو رسولوں کے درمیانی زمانہ شامل ہو جاتا ہے لیکن فقہاء جب فترت میں کلام کرتے ہیں، تو اُن کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی زمانہ ہوتا ہے۔

اور جبکہ یہ بات قطعی دلالت سے ثابت ہو چکی ہے کہ حجت کے قایم ہونے سے پہلے عذاب نہیں دیا جاتا، تو ہم نے جان لیا کہ وہ مستحق عذاب نہیں ہیں۔ اب اگر تم یہ کہو

Marfat.com

صفیة: منا رسول الله صلى الله علیه وآله وسلم، فقالوا: تنبت النخلة او الشجرة - فی الارض اللیاء؛ فذكرت ذلك صفیة لرسول الله صلى الله علیه وآله وسلم، فغضب وامر بلالا فنادی فی الناس، فقام علی المنبر فقال: ایها الناس! من أنا؟ قالوا: أنت رسول الله، قال: انسبونی! قالوا: محمد بن عبد الله بن عبد المطلب، قال: فما بال اقوام ینزلون اصلی! فوالله! انی لافضلهم اصلا وخیرهم موضعا. واخرج الحاكم عن ربیعة بن الحارث[1] قال: بلغ النبی صلى الله علیه وآله وسلم ان قوما نالوا منه فقالوا: انما مثل محمد كمثل نخلة تنبت فی اللیاء، فغضب رسول الله صلى الله علیه وآله وسلم وقال: ان الله خلق خلقه فجعلهم فرقتین فجعلنی فی خیر الفرقتین، ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلا، ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیوتا؛ ثم قال: انا خیركم قبیلا وخیركم بیتا.

واخرج الطبرانی فی "الاوسط" والبیهقی فی "الدلائل" عن عائشة رضی الله عنها. قالت قال رسول الله صلى الله علیه وآله وسلم: قال لی جبریل: قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم أجد رجلا افضل من محمد صلى الله علیه وآله وسلم، ولم اجد نبی أب افضل من بنی هاشم.

قال الحافظ ابن حجر فی امالیه: لوائح الصحة ظاهرة علی صفحات هذا المتن، ومن المعلوم ان الخیریة والاصطفاء والاختیار من الله والافضلیة عنده لا یكون مع الشرك.

[1] فی تجرید اسد الغابة فی اسماء الصحابة رضی الله عنهم: ربیعة بن الحارث بن عبد المطلب الهاشمی كان اسن من عمه العباس بسنتین، وقال النبی صلى الله علیه وآله وسلم: نعم العبد ربیعة لو قصر من شعره وشمر ثوبه! وتوفی سنة ثلاث وعشرین رضی الله عنه وعنا به آمین —

Marfat.com

کہ اہلِ فترت کے عذاب دیے جانے پر صحیح احادیث ہیں، جیسے صاحبِ مجبن وغیرہ، تو جواب میں کہونگا کہ عقیل بن ابی طالب نے اسکا جواب تین طریقہ پر دیا ہے۔ پہلا تو یہ کہ ایسی تمام احادیث، اخبارِ احاد ہیں جو قطعی کے معارض نہیں ہوسکتیں۔ دوسرا یہ کہ انہی لوگوں کے ساتھ عذاب مخصوص ہے (جنکے نام احادیث میں آئے ہیں) اور تعذیب کی وجہ کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے۔ تیسرا یہ کہ احادیث میں عذاب کی تخصیص انہی لوگوں کیلئے ہے، جنھوں نے دانستہ طریقِ حق کو بدلا اور شریعت میں تغیر کیا، اور بلا عذر گمراہی کو پھیلایا کیونکہ اہلِ فترت کی تین قسمیں ہیں۔

اقسامِ اہلِ فترت

اہلِ فترت کی ایک قسم یہ ہے کہ جس نے اپنی بصیرت سے توحید کو سمجھا، پھر کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی کی شریعت میں داخل نہ ہوئے، جیسے قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل، اور کچھ انمیں سے ایسے ہیں جو کسی رسول کی شریعتِ حقہ قائمہ میں داخل ہوئے جیسے تبع اور اسکی قوم
دوسری قسم وہ ہے جنھوں نے تغیر و تبادل اور شرک کیا، اور توحید پر قائم نہ رہے اور من گھڑت شریعت بنائی، جسے چاہا حلال جانا، جسے چاہا حرام جانا۔ ایسے لوگ بہت کثرت سے ہیں، جیسے عمرو بن لحی۔ سب سے پہلے جس نے اہلِ عرب میں بت پرستی کا طریقہ رائج کیا اور اسکے احکام گھڑے، وہ بحر البحیرۃ، سیب السائبۃ، وصل الوصیلہ اور حمی الحامی ہے۔ اور عرب کی بہت بڑی جماعت اسکی من گھڑت شریعت کی پیروکار بن گئی، اور وہ جنات اور فرشتوں کو پوجنے لگے۔ عورت و مرد کی تصویریں (بت) بنائیں، اور انکے لیے بتخانے تیار کیے، اور پردے لٹکائے، اور خانہ کعبہ میں لات و عزیٰ اور منات جیسے بت رکھے۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے نہ تو شرک کیا، اور نہ توحید کا اظہار کیا اور نہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے، اور نہ اپنے آپ کوئی شریعت گھڑی، اور نہ کسی دین کا اختراع کیا، بلکہ اپنی تمام عمر کو ان سب سے غفلت کی حالت میں

Marfat.com

ذکر ادلۃ المقدمۃ الثانیۃ

قال عبد الرزاق فی "المصنف" عن معمر عن ابن جریج قال قال ابن المسیب قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ - لم یزل علی وجہ الدھر فی الارض سبعۃ مسلمون فصاعدا، فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیھا. ھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین، ومثلہ لا یقال من قبل الرأی فلہ حکم الرافع؛ وقد اخرجہ ابن المنذر فی تفسیرہ عن الدبری[1] عن عبد الرزاق بہ. واخرج ابن جریر فی تفسیرہ عن شھر بن حوشب قال: لم یبق الارض الا وفیھا اربعۃ عشر یدفع اللہ بھم عن اھل الارض و یخرج برکتھا الا زمن ابراھیم فانہ کان وحدہ. واخرج ابن المنذر فی تفسیرہ عن قتادۃ فی قولہ تعالٰی: "قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یأتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای" - الایۃ، قال: مازال للہ فی الارض اولیاء منذ ھبط آدم ما اخلی اللہ الارض لابلیس الا وفیھا اولیاؤہ یعملون للہ بطاعتہ. وقال الحافظ ابو عمر بن عبد البر: روی ابن القاسم عن مالک قال بلغنی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما - انہ قال: لا یزال للہ فی الارض ولی مادام فیھا للشیطن ولی. واخرج الامام احمد بن حنبل فی "الزھد" والخلال فی کتاب "کرامات الاولیاء" بسند صحیح علی شرط الشیخین عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ تعالٰی بھم عن اھل الارض؛ ھذا ایضا لہ حکم الرفع.

[1] ھو اسحاق بن ابراھیم الدبری، یروی عن عبد الرزاق بن ھمام، کما فی تھذیب التھذیب.

Marfat.com

باقی رکھا، اور زمانہ جاہلیت میں اسی حال پر رہے۔

اب جبکہ اہلِ فترت کے تین قسم کے لوگ ٹھہرے، تو دوسری قسم کے لوگوں پر عذاب دیئے جانے کا حکم صحت پر محمول ہوگا، کیونکہ انھوں نے کفر کیا، لہٰذا اسمیں وہ معذور متصور نہ ہونگے۔ اور تیسری قسم کے لوگ در حقیقت یہی لوگ اہلِ فترت ہیں یہ غیر مستحق عذاب ہیں قطعی طور پر جیسا کہ ماسبق میں گذرا۔ اب رہے پہلی قسم کے لوگ تو ان جیسوں کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو قس اور زید کے مشابہ ہوگا، انھیں ایک امت بنا کر اٹھایا جائیگا، لیکن قوم تبع وغیرہ ان کا حکم ان دین والوں کی مانند ہوگا گویا کہ دین میں داخل ہیں، جبتک کہ ان میں سے کوئی اسلام کو نہ پائے، کیونکہ اسلام ہر دین کو منسوخ کرنیوالا ہے۔ انتہیٰ ما سے الآبی نے بیان کیا

دوسرا مسلک و مذہب

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین رضی اللہ عنہما سے بلا شبہ شرک کا صدور ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ دونوں اپنے جدِ امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دینِ حنیف پر گامزن تھے۔ جسطرح عرب کی ایک اور جماعت اس پر قایم تھی، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک پر ایک جماعت کا مذہب ہے۔

انہی میں سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں اس مسلک کی خوب وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "کہا گیا ہے کہ آذر (حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ آپ کا چچا تھا آپ کے والد تارخ تھے) اس پر علماء نے چند وجوہ سے حجت قایم کی ہے، چنانچہ ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آباؤ اجداد کافر نہ ہوتے تھے، اس پر چند دلائل قایم کیے ہیں مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ | یہی لوگ ہیں جو آپ کو کھڑا دیکھتے ہیں اور

Marfat.com

واخرج الازرقی[1] فی "تاریخ مکة" عن زهیر بن محمد[2] قال: لم یزل علی وجه الارض سبعة مسلمون فصاعدا، لولا ذلك لا هلکت الارض ومن علیها.
واخرج الجندی فی "فضائل مکة" عن مجاهد قال: لم یزل علی الارض سبعة مسلمون فصاعدا، لولا ذلك لهلکت الارض ومن علیها. واخرج الامام احمد فی "الزهد" عن کعب رضی الله عنه. قال: لم یزل بعد نوح فی الارض اربعة عشر یدفع بهم العذاب. واخرج الخلال فی کتاب "کرامات الاولیاء" عن زاذان قال: ماخلت الارض بعد نوح من اثنی عشر فصاعدا یدفع الله بهم عن اهل الارض. واخرج ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن ابن جریج فی قوله: "رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی". قال: فلا یزال من ذریة ابراهیم علی نبینا وعلیه الصلاة والسلام ناس علی الفطرة یعبدون الله. وانما وقع التقیید فی هذه الآثار الثلاثة بقوله من بعد نوح، لانه من قبل نوح کان الناس کلهم علی الهدی.
اخرج البزار فی مسنده وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم فی تفاسیرهم والحاکم فی "المستدرك" وصححه عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله تعالی: "کان الناس امة واحدة"، قال: کان بین ادم ونوح عشرة قرون کلهم علی شریعة من الحق فاختلفوا فبعث الله النبیین، قال: وکذلك هی فی قراءة عبد الله بن مسعود رضی الله عنه: "کان الناس امة واحدة فاختلفوا". واخرج ابو یعلی والطبرانی وابن ابی حاتم بسند صحیح عن ابن عباس فی قوله تعالی: "کان الناس امة واحدة"، قال: علی الاسلام کلهم.

---

[1] هو الامام ابو الولید محمد بن عبد الکریم الازرقی المتوفی فی سنة ثلاث وعشرین ومائتین - کذا فی کشف الظنون [2] ذکره صاحب التجرید فی زهیر الثقفی مختصرا۔

Marfat.com

آپ کو ساجدوں کی پشتوں میں منتقل کیا	تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک ایک ساجد سے دوسرے ساجد تک منتقل ہوتا رہا۔

اس تقدیر پر یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ و اجداد مسلمان تھے۔ اسطرح قطعی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد کافروں میں سے نہ تھے۔ بلاشبہ آذر آپ کا چچا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ارشادِ باری تعالیٰ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کو دوسری وجہات پر محمول کیا جائیگا۔ اور جب تمام روایتیں موجود ہیں، اور ان میں تعارض و منافات بھی نہیں ہے، تو واجب ہے کہ آیتِ کریمہ کو سب پر محمول کریں۔ اسوقت یہ بات درجۂ صحت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہیں تھے

پھر فرماتے ہیں کہ اسی زمرہ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد مشرکوں میں سے نہ تھے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ، یعنی بلاشبہ مشرک ناپاک ہیں"۔ تو واجب ہے کہ حضور کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کا یہ بعینہٖ کلام ہے، اور تمہیں انکی امامت و جلالت چون و چرا سے باز رکھتی ہے، کیونکہ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ میں اہلِ سنت کے امام، اپنے وقت میں مبتدع فرقوں کے رد میں قائم، اپنے زمانہ میں اشاعرہ کے مذہب کے ناصر، اور چھٹی صدی کے سر پر ایسے مجدد و عالم مبعوث ہوئے تھے کہ اس امت کے دینی امور کو تازہ کر دیا تھا، اور میرے نزدیک اس مسلک کی تائید میں اور وہ جو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے کچھ امور اور بھی ہیں۔ ایک تو وہ دلیل ہے جسے میں نے دو مقدموں میں استنباط

وأخرج ابن أبي حاتم عن قتادة في الآية قال: ذكر لنا أنه كان بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على الهدى وعلى شريعة من الحق ثم اختلفوا بعد ذلك فبعث الله نوحا وكان أول رسول أرسله الله إلى أهل الأرض.

وأخرج ابن سعد[1] في "الطبقات" من وجه آخر عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ما بين نوح إلى آدم من الآباء كانوا على الإسلام. وأخرج ابن سعد من طريق سفيان بن سعيد الثوري عن أبيه عن عكرمة قال: بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على الإسلام. وفي التنزيل حكاية عن نوح على نبينا وعليه الصلاة والسلام: "رب اغفر لي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمنا" وولد نوح سام مؤمن بالإجماع والنص لأنه نجا مع أبيه في السفينة ولم ينج فيها إلا مؤمن، وفي التنزيل: "وجعلنا ذريته هم الباقين" بل ورد في أثر: أنه كان نبيا، أخرجه ابن سعد في "الطبقات" والزبير بن بكار في "الموفقيات"[2] وابن عساكر في "تاريخه" عن الكلبي: وولده أرفخشد صرح بإيمانه في أثر عن ابن عباس أخرجه ابن عبد الحكم في "تاريخ مصر"، وفيه: أنه أدرك جده نوحا وأنه دعا له أن يجعل الله الملك والنبوة في ولده؛ ومن ولد أرفخشد إلى تارخ ورد التصريح بإيمانهم في أثر. أخرج ابن سعد في "الطبقات" من طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن نوحا على نبينا وعليه الصلاة والسلام

---

[1] هو أبو عبد الله محمد بن سعد الزهري البصري، صاحب طبقات الصحابة والتابعين كاتب الواقدي المتوفى سنة ثلاثين ومائتين. انتهى ما في كشف الظنون ملخصا ۱۲.

[2] وفي كشف الظنون: موفقيات في الحديث للزبير بن بكار الأسدي المتوفى سنة ست وخمسين ومائتين رحمه الله تعالى۔

کیا ہے۔ پہلا مقدمہ یہ کہ احادیثِ صحیحہ دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول میں سے ہر اصل، سیدنا آدم علیہ السلام سے آپ کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بہتر و افضل رہے ہیں اور ہر ایک کے زمانہ میں کوئی دوسرا ان سے بہتر اور افضل نہ تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ کہ احادیث و آثار دلالت کرتی ہیں کہ روئے زمین پر حضرت نوح یا حضرت آدم علیہما السلام کے عہد سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ تک، پھر قیام قیامت تک ہمیشہ کچھ لوگ دینِ فطرت پر رہے اور رہیں گے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، توحید کو مانیں اور نمازیں پڑھیں۔ انہی کی وجہ سے زمین قائم ہے، اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین بھی ہلاک ہو جاتی اور اس پر رہنے والے بھی ہلاک ہو جاتے۔

جب ان دونوں مقدموں کو ملایا جائے تو قطعی طور پر نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ اسلئے کہ یہ بات ہر ایک کے لئے ثابت ہے کہ وہ زمانہ میں سب سے بہتر رہا ہے۔ لہٰذا وہ حضرات جو دینِ فطرت پر رہے ہیں، اگر وہ آپ کے اجداد ہیں؟ تو یہی ہماری مراد ہے، اور اگر انکے سوا لوگ ہیں، اور (معاذ اللہ) وہ اجداد و آباء شرک پر ہیں؟ تو دو باتوں میں ایک بات ضرور لازم آتی ہے۔ (۱) یا تو مشرک مسلمان سے بہتر ہوگا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے۔ (۲) یا یہ کہ وہ غیر ان آباء و اجداد سے بہتر رہنگے حالانکہ یہ بھی احادیثِ صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ لہٰذا قطعی طور پر واجب ہے کہ ان آباء و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو، تاکہ روئے زمین پر ہر زمانہ میں وہی سب سے افضل ہوں۔

پہلے مقدمہ کے دلائل | امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے

لما هبط من السفينة هبط الى قرية[1] فبنى كل رجل منهم بيتا فسميت "سوق الثمانين"، فغرق بنو قابيل كلهم، وما بين نوح الى آدم من الآباء كانوا على الاسلام، فلما ضاقت بهم سوق الثمانين تحولوا الى بابل فبنوها فكثروا بها حتى بلغوا مائة الف وهم على الاسلام ولم يزالوا على الاسلام وهم ببابل حتى ملكهم نمرود بن كوش بن كنعان بن حام[2] بن نوح فدعاهم نمرود الى عبادة الاوثان ففعلوا. هذا لفظ الاثر، فعرف من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبي صلى الله عليه وآله وسلم كانوا مؤمنين بيقين من آدم الى زمن نمرود، وفي زمنه كان ابراهيم عليه السلام وآزر، فان كان آزر والد ابراهيم فيستثنى من سلسلة النسب، وان كان عمه فلا استثناء في هذا القول اعني ان آزر ليس ابا ابراهيم كما ورد عن جماعة من السلف.

اخرج ابن ابي حاتم بسند ضعيف عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى: واذ قال ابراهيم لابيه آزر، قال: ان ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر وانما كان اسمه تارخ. واخرج ابن ابي شيبة وابن المنذر وابن ابي حاتم من طرق بعضها صحيح عن مجاهد قال: ليس آزر ابا ابراهيم. واخرج ابن المنذر بسند صحيح عن ابن جريج في قوله تعالى: "واذ قال ابراهيم لابيه آزر"، قال: ليس آزر بابيه انما هو ابراهيم ابن تيرخ - او تارخ - بن شارخ بن ناخور بن فالخ. واخرج ابن ابي حاتم بسند صحيح عن السدي[3] انه

---

[1] لعل لفظ "وكان معه ثمانون رجلا" سقط من العبارة [2] كذا في المنقول عنه، وفي القاموس في "كنع": كنعان بن سام بن نوح عليه السلام، ولعل ما في القاموس هو الصحيح

[3] هو اسمعيل بن عبد الرحمن ابن ابي كريمة السدي. بضم المهملة وتشديد الدال ابو محمد الكوفي صدوق يهم ورمي بالتشيع، من الرابعة، مات سنة سبع وعشرين ومائة. التقريب والتهذيب.

Marfat.com

ہر زمانہ میں بہتر لوگوں میں، میں منتقل کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ مجھے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا، جس میں میں ہوں۔

اور امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ہمیشہ لوگوں کے دو گروہ بنے اللہ تعالےٰ نے مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا، پھر مجھے والدینِ کریمین سے تولد کیا گیا لہٰذا زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز مجھ تک نہ پہنچی۔ اور حضرتِ آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک نکاح سے منتقل ہوا، اور سفاح (بے حیائی) سے میں منتقل نہیں ہوا۔ اسلیے میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور تمہارے والدین کے لحاظ سے بھی تم سب سے بہتر ہوں۔

اور ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں متعدد اسناد کے ساتھ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ میں ہمیشہ اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طیبہ میں پاک وصاف اور مہذب منتقل ہوتا رہا جب بھی دو قبیلے بنے، میں ان کے بہتر میں رہا۔

اور امام مسلم و ترمذی نے صحت کے ساتھ حضرتِ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا، اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں بنی کنانہ کو برگزیدہ کیا، اور بنی کنانہ میں قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔

اور حافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے "فضائل عباس" میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ نقل کیا کہ "بیشک اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں حضرتِ ابراہیم علیہما السلام کو برگزیدہ کر کے خلیل بنایا، اور اولادِ ابراہیم سے حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو برگزیدہ کیا، پھر اولادِ اسمٰعیل سے نزار کو برگزیدہ کیا، پھر اولادِ نزار سے مضر کو برگزیدہ کیا، پھر مضر سے کنانہ کو برگزیدہ کیا، پھر کنانہ سے قریش کو برگزیدہ کیا

Marfat.com

قيل له: اسم ابي ابراهيم آزر، فقال: بل اسمه تارخ؛ وقد رجح من حيث اللغة بان العرب كانوا يطلقون لفظ الاب على العم اطلاقا شائعا وان كان مجازا. وفي التنزيل: "ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالوا نعبد الهك واله ابائك ابراهيم واسمعيل واسحق"، فاطلق على اسمعيل لفظ الاب وهو عم يعقوب كما اطلق على ابراهيم وهو جده. اخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس رضي الله عنهما انه كان يقول الجد أب ويتلو: "قالوا نعبد الهك واله ابائك". واخرج عن ابي العالية في قوله تعالى: "واله ابائك ابراهيم واسمعيل"، قال: سمي العم أبا واخرج عن محمد بن كعب القرظي قال: الخال والد والعم والد، وتلا هذه الاية. فهذه اقوال السلف من الصحابة والتابعين في ذلك. ويرشحه ما اخرجه ابن المنذر في تفسيره بسند صحيح عن سليمان ابن صرد[له] قال: لما ارادوا ان يلقوا ابراهيم في النار جعلوا يجمعون الحطب حتى ان كانت العجوز لتجمع الحطب، فلما ارادوا ان يلقوه في النار قال: حسبي الله ونعم الوكيل، فلما القوه قال الله: "يا نار كوني بردا وسلاما على ابراهيم" فقال عم ابراهيم: من اجلي دفع عنه، فارسل الله عليه شرارة من النار فوقعت على قدمه فاحرقته. فقد صرح في هذا الاثر عم ابراهيم، وفيه فائدة اخرى وهو انه هلك في ايام القاء ابراهيم في النار، وقد اخبر الله سبحانه في القران بان ابراهيم ترك الاستغفار له لما تبين له انه عدو لله. و وردت الاثار بان ذلك تبين له لما مات مشركا وانه لم يستغفر له بعد

[له] سليمان بن صرد- بضم المهملة وفتح الراء- ابن الجون الخزاعي صحابي، قتل بعين الوردة سنة خمسين وتسعين رضي الله عنه. كذا في التقريب-

Marfat.com

پھر قریش سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب کو برگزیدہ کیا پھر بنی عبدالمطلب سے مجھے برگزیدہ کیا۔ المحب طبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں اسے بیان کیا۔

اور ابنِ سعد نے اپنے "طبقات" میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عرب میں سب سے بہتر مضر ہے، اور مضر میں بہتر اولادِ بنی عبدِ مناف ہے، اور بنی عبدِ مناف میں بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں بہتر بنی عبدالمطلب ہیں۔ خدا کی قسم جب سے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا دو گروہوں میں سے سب سے بہتر گروہ میں مجھے رکھا۔"

اور طبرانی و بیہقی اور ابو نعیم نے حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے خلق پیدا فرمائی اس میں حضرتِ آدم علیہ السلام کو پسند فرمایا، اور اولادِ آدم میں اہلِ عرب کو پسند فرمایا، اور اہلِ عرب میں مضر کو پسند فرمایا، اور مضر میں قریش کو پسند فرمایا، اور قریش میں بنی ہاشم کو پسند فرمایا، اور بنی ہاشم میں مجھے پسند فرمایا۔ لہٰذا میں بہتروں سے بہتروں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اور ترمذی نے نقل کر کے اسے حسن کہا، اور بیہقی نے بھی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت مجھے پیدا فرمایا، تو مجھے اپنی تمام مخلوق سے بہتر بنایا پھر جب قبیلوں کو پیدا کیا، تو مجھے انکے بہتر قبیلہ میں رکھا، اور جب جانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے انکی بہتر جانوں میں رکھا، پھر جب گھروں کو پیدا کیا، تو انکے بہتر گھروں میں مجھے رکھا۔ لہٰذا میں گھر کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں، اور جانوں کے اعتبار سے بھی بہتر۔

اور طبرانی و بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کیا اور مجھے ان دونوں کی بہتر قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کو تین پہ تقسیم کیا

Marfat.com

ذلك. وأخرج ابن ابی حاتم بسند صحیح عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: مازال ابراهیم علیه السلام یستغفر لابیه حتی مات، فلما تبین له انه عدو لله فلم یستغفر له. وأخرج عن محمد بن کعب وقتادة ومجاهد و الحسن وغیرهم قالوا: کان یرجوه فی حیاته، فلما مات علی شرکه تبرأ منه، ثم هاجر ابراهیم عقیبه واقعة النار الی الشام کما نص الله علی ذلك فی القران ثم بعد مدة من مهاجرة دخل مصر واتفق له فیها مع الجبار ما اتفق بسبب سارة واخدمه هاجر، ثم رجع الی الشام، ثم امره الله ان ینقلها وولدها اسمعیل الی مکة فنقلهما ودعا فقال: "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع" الی قوله: "ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب"، فاستغفر لوالدیه وذلك بعد هلاك عمه مدة طویلة: فیستنبط من هذا ان المذکور فی القرآن بالکفر والتبرئ من الاستغفار له هو عمه لا ابوه الحقیقی، فلله الحمد علی ما ألهم. روی ابن سعد فی "الطبقات" عن الکلبی قال: هاجر ابراهیم من بابل الی الشام وهو یومئذ ابن سبع وثلاثین، فاتی حران فاقام بها زمانا، ثم اتی الی الاردن فاقام بها زمانا، ثم خرج الی مصر فاقام بها زمانا، ثم رجع الی الشام فنزل السبع ارضا بین ایلیاء وفلسطین؛ ثم ان بعض اهل البلد اذوه فتحول من عندهم فنزل منزلا بین الرملة وایلیاء.

وروی ابن سعد عن الواقدی[1] قال: ولد لابراهیم اسمعیل و هو ابن تسعین سنة: فعرف من هذین الاثرین ان بین هجرته من بابل عقیب

---

[1] هو محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی المدنی القاضی نزیل بغداد، متروك مع سعة علمه، مات سنة سبع ومائتین وله ثمان وستون سنة رحمه الله تعالی

تو مجھے ان تینوں کی بہتر میں رکھا، پھر جب ان تینوں کو قبائل بنایا، تو مجھے انکے بہتر قبیلہ میں رکھا، پھر جب قبائل کو گھر یعنی خاندان بنایا، تو مجھے انکے بہتر گھر میں رکھا۔

اور ابو علی بن شاذان نے جسے المحب الطبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں اور وہ مسند بزار میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ کچھ قریش کے لوگ صفیہ بنتِ عبدالمطلب کے گھر میں جمع ہو کر فخر کا اظہار، اور جاہلیت کی باتیں کرنے لگے اس پر حضرتِ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو تشریف فرما ہیں۔ یہ سُنکر المخفول نے (بدگوئی کے انداز میں) کہا "بنجر زمین سے کھجور یا کوئی درخت نمودار ہو گیا ہے" پھر حضرتِ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ جلال میں آ گئے، اور حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں پھر آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا، اے لوگو! میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میرا نسب بیان کرو؟ سب نے کہا آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں"۔ آپ نے فرمایا اُس قوم کا کیا حال ہے، جو میری اصلیت کی تنقیص و تخفیف کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں ان سے اصل میں بھی افضل ہوں، اور جگہ و مقام کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

اور حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی، تو لوگوں نے روگردانی کی اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مثال تو ایسی ہے، جیسے کہ بنجر زمین میں کھجور کا درخت نمودار ہو جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کا اظہار فرمایا، اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر اُسکے دو فرقے کیے، اور مجھے ان میں سے بہتر فرقہ میں کیا۔ پھر انکے قبائل بنائے، پھر مجھے بہتر قبیلہ میں کیا، پھر انکے خاندان بنائے پھر مجھے انکے بہتر خاندان میں کیا۔ اسکے بعد فرمایا میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور تم سے خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

Marfat.com

واقعة النار وبين الدعوة التي دعا بها بمكة بضعا وخمسين سنة .

تتميم

ثم استمر التوحيد في ولد ابراهيم واسمعيل عليهما السلام. قال الشهرستاني[1] في "الملل والنحل": كان دين ابراهيم قائما والتوحيد في صدر العرب شائعا، واول من غيره واتخذ عبادة الاصنام عمرو بن لحي. قلت: وقد صح بذلك الحديث. أخرج البخاري ومسلم عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: رأيت عمرو بن لحي الخزاعي يجر قصبه في النار، كان اول من سيب السوائب.

واخرج الامام احمد في مسنده عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: ان اول من سيب السوائب وعبد الاصنام ابو خزاعة عمرو بن عامر، واني رايته يجر امعاءه في النار.

واخرج ابن اسحاق وابن جرير في تفسيرهما عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: رايت عمرو بن لحي بن قمعة بن جندب يجر قصبه في النار، انه اول من غير دين ابراهيم. ولفظ ابن اسحاق انه كان اول من غير دين اسمعيل فنصب الاوثان وبحر البحيرة وسيب السائبة ووصل الوصيلة وحمى الحامي. وله طرق أخرى.

واخرج البزار في مسنده بسند صحيح عن انس رضي الله عنه قال: كان الناس بعد اسماعيل عليه السلام على الاسلام وكان الشيطان يحدث

---

[1] هو ابو الفتح الامام محمد بن عبد الكريم الشهرستاني المتوفى سنة ثمان واربعين وخمس مائة. كذا قال في "كشف الظنون"، والله اعلم.

اور طبری نے "الاوسط" میں، اور بیہقی نے "الدلائل" میں سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبریل بیان کرتے ہیں کہ میں نے روئے زمین کے تمام مشرق و مغرب کو چھان مارا، لیکن میں نے کسی کو بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل نہ پایا، اور نہ کسی نبی کے باپ کو بنی ہاشم سے افضل پایا۔

حضرتِ حافظ ابنِ حجر "امالیہ" میں فرماتے ہیں کہ صحت کی تابانیاں ان امتوں کی پیشانیوں پر ظاہر ہیں، اور یہ امر بدیہی ہے کہ افضلیت و اصطفاء و برگزیدگی اور پسندیدگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضلیت، شرک کے ساتھ نہیں ہوتی ہے۔

دوسرے مقدمہ کے دلائل

حضرت عبدالرزاق "المصنف" میں بروایتِ معمر از ابن جریج، وہ ابنِ مسیب سے وہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہر زمانہ میں روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان یا زیادہ ضرور رہے ہیں اگر وہ نہ ہوتے زمین ہلاک و برباد ہو جاتی، اور اس پر رہنے والے بھی نہ رہتے۔ اسکی سند شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ اسکی مثل اس سے پہلے کسی نے نہیں کہا۔ لہٰذا اسکا حکم، مرفوع کے حکم میں ہے۔ اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں بروایت دبری (ھو اسحاق بن ابراہیم الدبری) از عبدالرزاق، اسکی تخریج کی۔

اور ابن جریر اپنی تفسیر میں، شہر بن حوشب سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا چودہ اشخاص زمین پر ایسے ضرور رہتے ہیں جنکی وجہ سے اہل زمین سے بلائیں دور ہوتی ہیں، اور انھیں برکت ملتی ہے، مگر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ کہ وہ اپنے زمانہ میں تنہا تھے۔

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرتِ قتادہ سے اس آیت کریمہ کے تحت

Marfat.com

الناس بالسئ يريد ان يردهم عن الاسلام حتى ادخل عليهم في التلبية:
لبيك لبيك لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه وما ملك، قال: فمازال
حتى اخرجهم عن الاسلام الى الشرك. قال السهيلي في "الروض الأنف"[له]
كان عمرو بن لحي حين غلبت خزاعة على البيت ونفت جرهم عن مكة
قد جعلته العرب ربا لا شرع لهم بدعة الا اخذوها بسرعة لانه كان
يطعم الطعام ويكسو في الموسم. وقد ذكر ابن اسحاق: انه اول من ادخل
الاصنام الحرم وحمل الناس على عبادتها، وكانت التلبية من عهد
ابراهيم عليه السلام: لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك،
حتى كان عمرو بن لحي؛ فبينما هو يلبي تمثل له الشيطان في صورة
شيخ فلبى معه، فقال عمرو: لبيك لا شريك لك، فقال الشيخ: الا شريكا
هو لك، فانكر ذلك عمرو وقال: وما هذا؟ فقال الشيخ قل: تملكه وما
ملك، فانه لا باس بهذا، فقال عمرو ودانت بها العرب انتهى كلام السهيلي
وقال الحافظ عماد الدين بن كثير في تاريخه: كانت العرب على دين
ابراهيم الى ان ولي عمرو بن عامر الخزاعي مكة وانتزع ولاية البيت من
اجداد النبي صلى الله عليه وآله وسلم فاحدث عمرو المذكور عبادة
الاصنام وشرع للعرب الضلالات من السوائب وغيرها وزاد في التلبية
بعد قوله: لبيك لا شريك لك، قوله: الا شريكا هو لك تملكه وما ملك،

[له] الروض الانف في شرح غريب السير للشيخ الامام ابي القاسم عبد الرحمن
ابن عبد الله بن احمد السهيلي المتوفى سنة احدى وثمانين وخمس مائة، ودبا
في املاء هذا في محرم سنة تسع وستين وخمس مائة، وكان الفراغ منه في
جمادى الاولى من ذلك العام؛ كذا في كشف الظنون۔

Marfat.com

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ الآیہ (پ۱ - ع۴)

ہمنے فرمایا تم سب جنت سے اُتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہو......

نقل کرتے ہیں کہ قتادہ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے زمین میں ہمیشہ اولیاء کو موجود رکھا ہے، اور جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو اُتارا کسی وقت بھی زمین کو شیطان کیلیے خالی نہ رکھا۔ ہر زمانہ میں زمین میں اولیاء رہے اور اُسکی طاعت میں مشغول رہے۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن قاسم نے حضرت مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کی، انھوں نے کہا کہ مجھے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہمیشہ اپنے ولی کو رکھا جبتک اس میں شیطان کا دخل ہے۔

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے "الزھد" میں، اور حضرت خلال نے "کتاب کرامات الاولیاء" میں شیخین کی شرط پر سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی کہ انھوں نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سات ایسے شخصوں کو موجود رکھا، جنکی بدولت اہلِ زمین سے اللہ تعالیٰ نے بلاؤں کو دُور فرمایا۔" یہ حدیث بھی حکمِ مرفوع میں ہے۔

اور حضرت ازرقی (یعنی امام ابو الولید محمد بن عبد اللہ الکریم ازرقی المتوفی ۲۲۲ھ) رحمۃ اللہ نے "تاریخِ مکہ" میں زہیر بن محمد سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا رُوئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان ہمیشہ رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اُس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

اور جندی نے "فضائلِ مکہ" میں مجاہد سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ ہمیشہ رُوئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اُس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

Marfat.com

وهو اول من قال ذلك وتبعته العرب على الشرك فشابهوا بذلك قوم نوح وسائر الامم المتقدمة وفيهم على ذلك بقايا من دين ابراهيم؛ و كانت مدة ولاية خزاعة على البيت ثلاث مائة سنة وكانت ولايتهم مشؤومة الى ان جاء قصی جد النبی صلی الله عليه وآله وسلم فقاتلهم واستعان على حربهم بالعرب وانتزع ولاية البيت منهم الا ان العرب بعد ذلك لم ترجع عما كان احدثه لها عمرو الخزاعی من عبادة الاصنام وغير ذلك لانهم راوا ذلك دينا فی نفسه لا ينبغی ان يغير. انتهى.

فثبت ان آباء النبی صلی الله عليه وآله وسلم من عهد ابراهيم عليه السلام الى زمان عمرو المذكور كلهم مؤمنون بيقين، ونأخذ فی الكلام على الباقی وعلى زيادة توضيح لهذا المقدر. الأمر الثانی مما ننتصر لهذا المسلك آيات وآثار فی ذرية ابراهيم وعقبه: الآية الاولى وهی اصرحها قوله تعالى: "واذ قال ابراهيم لابيه وقومه اننی برآء مما تعبدون ٥ الا الذی فطرنی فانه سيهدين ٥ وجعلها كلمة باقية فی عقبه".

اخرج عبد بن حميد فی تفسيره بسنده عن ابن عباس فی قوله تعالى: "وجعلها كلمة باقية فی عقبه ٥"، قال: لا اله الا الله. وقال عبد ابن حميد حدثنا يونس عن شيبان عن قتادة فی قوله تعالى: "وجعلها كلمة باقية فی عقبه ٥"، قال: شهادة ان لا اله الا الله والتوحيد، لا يزال فی ذريته من يقولها بعده. وقال عبد الرزاق فی تفسيره عن معمر عن قتادة فی قوله تعالى: "و جعلها كلمة باقية فی عقبه"، قال: الاخلاص والتوحيد، لا يزال فی ذريته من يوحد الله ويعبده. اخرجه ابن المنذر ثم قال وقال ابن جريج فی الآية فی عقب ابراهيم: فلم يزل بعد فی ذرية ابراهيم من يقول: لا اله الا الله،

Marfat.com

اور حضرتِ امام احمد نے "الزھد" میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرتِ نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں ہمیشہ چودہ ۱۴ شخص رہے ہیں جن کی بدولت عذاب دور ہوتا رہا ہے۔

اور الخلال نے "کتاب کرامات الاولیاء" میں زاذان سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ حضرتِ نوح علیہ السلام کے بعد زمین بارہ یا زیادہ ایسے افراد سے کبھی خالی نہ رہی جنکی بدولت زمین والوں سے عذاب دور ہوتا رہا۔

اور ابنِ منذر سندِ صحیح کے ساتھ اپنی تفسیر میں بہ تحت آیتِ کریمہ :-

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ الآیہ (پ۱۳-۱۸۶)	اے رب مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز قایم کرنے والا بنا ....

حضرتِ ابنِ جریج رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا، اس دعا کی وجہ سے اولادِ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے ہیں، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

مذکورہ اخیر کی تینوں حدیثوں میں "نوح علیہ السلام کے بعد" کی قید وارد ہوئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرتِ نوح علیہ السلام سے پہلے تمام انسان ہدایت پر تھے۔

بزار نے اپنی مسند میں، اور ابنِ جریر، ابنِ منذر، اور ابنِ ابی حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفسیروں میں، اور حاکم نے "المستدرک" میں صحت کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیتِ کریمہ کے تحت :-

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً	تمام لوگ ایک امت تھے۔

نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرتِ آدم اور حضرتِ نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن گزرے، وہ سب شریعتِ حقہ پر تھے، پھر جب اختلاف رونما ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرأت میں اسطرح ہے کہ "وَكَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا"

Marfat.com

قال وقول آخر: فلم يزل ناس من ذريته على الفطرة يعبدون الله تعالى
حتى تقوم الساعة. واخرج عبد بن حميد عن الزهري في الآية
قال: العقب ولده الذكور والاناث واولاد الذكور.

واخرج عن عطاء قال: العقب ولده وعصبته.

الاية الثاني قوله تعالى: واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا
البلد آمنا واجنبني وبنيّ ان نعبد الاصنام۔

واخرج ابن جرير في تفسيره عن مجاهد في هذه الاية قال
فاستجاب الله لابراهيم دعوته في ولده فلم يعبد احد من ولده
صنما بعد دعوته في ولده واستجاب الله له وجعل هذا البلد آمنا
وارزق اهله من الثمرات وجعله اماما وجعل من ذريته من يقيم
الصلاة. واخرج البيهقي في "شعب الايمان" عن وهب بن منبه
ان آدم عليه السلام لما اهبط الى الارض استوحش. فذكر الحديث
بطوله في قصة البيت الحرام، وفيه من قول الله لادم في حق ابراهيم
عليهما السلام: واجعله امة واحدة قانتا بامري داعيا الى سبيلي
اجتبيه واهديه الى الصراط المستقيم، استجيب دعوته في ولده
وذريته من بعده، واشفعه فيهم واجعلهم اهل ذلك البيت و
ولاته وحماته. الحديث. هذا الاثر موافق لقول مجاهد المذكور
آنفا، ولا شك ان ولاية البيت كانت معروفة باجداد النبي صلى
الله عليه وآله وسلم خاصة دون سائر ذرية ابراهيم الى ان انتزعه
منهم عمرو الخزاعي ثم عادت اليهم؛ فعرف ان كل ما ذكر عن ذرية
ابراهيم من خير فان اولى الناس به سلسلة الاجداد الشريفة التي

اور ابو یعلیٰ، طبری، اور ابنِ ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ بہ تحت آیت کریمہ، کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا، وہ سب دینِ اسلام پر تھے۔

اور حضرت ابنِ ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیتِ کریمہ کے تحت نقل کیا کہ انھوں فرمایا ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرتِ آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن کا فاصلہ تھا، اور وہ سب کے سب ہدایت اور شریعتِ حقہ پر قائم تھے۔ پھر جب اسکے بعد اختلاف رونما ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرتِ نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، وہ پہلے رسول تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کیلیے رسول بناکر بھیجا۔

ابنِ سعد نے "الطبقات" میں دوسری سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرتِ نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام تک جتنے آباء و اجداد گزرے، وہ سب دین اسلام پر تھے۔

اور ابنِ سعد نے بسندِ سفیان بن سعید ثوری، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن تھے، وہ سب کے سب دین اسلام پر تھے۔

قرآن کریم میں حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام کے تذکرہ میں ہے کہ

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا الآیہ (پ ۲۹ - سورۂ نوح)	اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے اہلبیت میں سے مومن ہیں انھیں بخشدے

حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند سام، اجماع اور نصِ قرآنی سے مومن تھے اسلیے کہ انھوں نے اپنے والد کے ساتھ کشتی میں نجات پائی، اور کشتی میں اسی نے نجات پائی ہے جو مسلمان تھا۔ اور قرآنِ کریم میں ہے کہ:-

وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ (پ - ع)	اور ہم نے نوح کی اولاد کو ہی باقی رہنے والا بنایا۔

Marfat.com

خصوا بالاصطفاء وانتقل الیهم نور النبوة واحدا بعد واحد فهم اولی بان یکونوا هم البعض المشار الیهم فی قوله: "رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی". واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان ابن عیینة انه سئل: هل عبد احد من ولد اسمعیل الاصنام؟ قال: لا، الم تسمع قوله: "واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام ٥". قیل: فکیف لم یدخل ولد اسحاق وسائر ولد ابراهیم؟ قال: لانه دعا لاهل هذا البلد ان لا یعبدوا اذ اسکنهم ایاه فقال: "اجعل هذا البلد امنا" ولم یدع لجمیع البلدان بذلک فقال: "واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام ٥" فیه، وقد خص اهله وقال: "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰة ٥". فانظر الی هذا الجواب من سفیان بن عیینة وهو احد الائمة المجتهدین وهو شیخ امامنا الامام الشافعی رضی الله عنهما. الآیة الثالثة قوله تعالی حکایة عن ابراهیم علی نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام: "رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی". اخرج ابن المنذر عن ابن جریج فی قوله: "رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی" قال: فلن تزال من ذریة ابراهیم ناس علی الفطرة یعبدون الله تعالی. الآیة الرابعة، اخرج ابو الشیخ فی تفسیره عن زید[1] بن علی قال: قالت سارة لما بشرتها الملائکة: "یویلتی أالد وانا عجوز"

---

[1] هو زید بن علی بن الحسین بن علی رضی الله عنهم احد ائمة اهل البیت قال ابن حبان فی "الثقات": رای جماعة من الصحابة، قتل فی اوائل صفر سنة اثنتین وعشرین ومائة، وقال خلیفة: سنة احدی وبقی مصلوبا الی سنة ست ولم تر له عورة سترا من الله تعالی، کما فی خلاصة التهذیب.

Marfat.com

بلکہ ایک اثر (حدیث) میں تو یہ ہے کہ سام نبی تھے۔ اسے ابن سعد نے "طبقات" میں، زبیر بن بکار نے "الموفقیات" میں، اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کلبی سے نقل کیا ہے۔" اور سام کے فرزند ارفخشد کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تصریح ہے کہ وہ ایماندار تھے۔ اسے ابن عبد الحکم نے "تاریخ مصر" میں نقل کیا۔ اس میں ہے کہ ارفخشد نے اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام کو پایا، اور انھوں نے انکے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کی اولاد میں ملک و نبوت رکھے۔" اور ارفخشد کی اولاد سے تارخ (والد ماجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام) تک ایک اثر میں تصریح آئی ہے کہ وہ سب ایماندار تھے اور ابن سعد نے "الطبقات" میں بسند کلبی انا ابو صالح انا ابن عباس رضی اللہ عنہم نقل کیا کہ حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جبوقت کشتی سے اترے تھے، تو وہ ایک قریہ میں اترے، انکے ساتھ جتنے افراد تھے ہر ایک نے ایک ایک گھر تعمیر کیا اور آبادی کا نام رکھا "سوق الثمانین" (یعنی اسی آدمیوں کا بازار، چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اسی آدمی تھے) اور قابیل کی ساری اولاد غرق ہو گئی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے والدین حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب دین اسلام پر تھے۔ پھر جب "سوق الثمانین" اُن کی اولاد پر تنگ ہو گیا، تو پھر بابل کی طرف رُخ کیا اور وہاں مکانات بنائے۔ پھر انکی اولاد کی کثرت ہوئی حتیٰ کہ ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ وہ سب کے سب اسلام پر تھے، اور اسوقت تک سب اسلام پر قایم رہے جبتک کہ ان میں سے بابل میں نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام ان کا بادشاہ بنا، اسوقت نمرود نے انکو بتوں کی پرستش کی طرف بلایا اور وہ کرنے لگے۔ یہ اثر وحدیث کے لفظوں کا ترجمہ ہے

حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کی تحقیق

اب ان تمام آثار و احادیث سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

هذا بعلی شیخا ان هذا الشئ عجیب ۵، فقالت الملائکة ترد علی سائرة:
"اتعجبین من امر الله رحمة الله و برکاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید"
قال: فهو کقوله تعالیٰ: "وجعلها کلمة فی عقبه ۵"، فمحمد صلی الله علیه
واٰله وسلم واٰله من عقب ابراهیم علیه السلام داخل فی ذلک.

وقد اخرج ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عباس قال: کان عدنان و
معد و ربیعة و مضر و خزیمة واصله علی ملة ابراهیم علیه السلام فلا
تذکروهم الا بخیر. وذکر ابو جعفر الطبری وغیره: ان الله اوحی الی ارمیاء
ان اذهب الی بخت نصر واعلمه انی قد سلطته علی العرب، وامر الله
ارمیاء ان یحتمل معه معد بن عدنان علی البراق کی لا یصیبه النقمة
فانی مستخرج من صلبه نبیا کریما اختم به الرسل، ففعل ارمیاء ذلک و
احتمل معد الی ارض الشام فنشا مع بنی اسرائیل ثم عاد بعد ان هدأت
الفتن. واخرج ابن سعد فی "الطبقات" من مرسل عبد الله بن خالد
قال قال رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم: لا تسبوا مضر فانه کان
قد اسلم. وقال السهیلی فی "الروض الانف" فی حدیث المروی: لا تسبوا
مضر ولا ربیعة فانهما کانا مؤمنین. قلت: وقفت علیه مسندا.

اخرجه ابو بکر محمد بن خلف بن حیان المعروف بوکیع فی کتاب "الغرر
من الاخبار" قال: حدثنا اسحاق بن داؤد بن عیسی المروزی ابو یعقوب
الشعرانی قال حدثنا سلیمن بن عبد الرحمن الدمشقی قال حدثنا
عثمان بن فائد عن یحیی ابن طلحة بن عبد الله عن اسمعیل بن محمد بن
سعد ابن ابی وقاص عن عبد الرحمن [بن] ابی بکر الصدیق رضی الله
عنهما عن رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم قال: لا تسبوا ربیعة ولا

Marfat.com

کے اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے نمرود کے زمانہ تک سب کے سب مومن و مسلمان تھے۔ اور نمرود کے زمانہ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اب رہی آزر (بحیثیت آتش و بت پرست) کی حقیقت! لہٰذا اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہوتا، تو سلسلۂ نسب میں اسکا استثناء کیا جاتا۔ اور اگر آزر اُن کا چچا ہے، تو اسکے استثناء کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس تفصیل سے میری مُراد یہ ہے کہ آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ جیسا کہ سلف کی ایک جماعت بیان کرتی ہے۔

ابن ابی حاتم نے بسندِ ضعیف سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بہ تحتِ آیتِ کریمہ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ | جب ابراہیم نے اپنے اب آزر سے کہا نقل کیا کہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا، بلکہ اُن کا نام تارخ تھا۔

اور ابن ابی شیبہ کا ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے متعدد سندوں سے جنہیں سے بعض صحیح ہیں مجاہد سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ اور ابن المنذر بسندِ صحیح حضرتِ ابنِ جریج سے بہ تحت آیتِ کریمہ "وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ" نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ آزر اُن کا باپ نہ تھا اُن کا سلسلۂ نسب یہ ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام بن تیرخ یا تارخ بن شارخ بن ناخور بن فالخ۔

اور ابن ابی حاتم بسندِ صحیح حضرتِ سُدّی (یعنی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ سُدّی المتوفی ۱۲۷ھ) سے نقل کیا کہ اُن سے کسی نے پوچھا، کیا حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں! اُن کا نام تارخ تھا۔ اور انھوں نے من حیث اللغت وجہ بتلائی کہ اہلِ عرب لفظ اَب کو عام طور پر باپ اور چچا دونوں کیلئے بولا کرتے ہیں اور یہ اُنکا عام رواج ہے اگرچہ مجازًا

مضر فانهما کانا مسلمین۔ واخرج بسند عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: لا تسبوا تمیما وضبة فانهم کانوا مسلمین۔ واخرج بسنده عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: لا تسبوا قیسا فانه کان مسلما. ثم قال السهیلی: ویذکر عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم انه قال: لا تسبوا الیاس فانه کان مسلما مؤمنا، وذکر انه کان یسمع فی صلبه تلبیة النبی صلی الله علیه وآله وسلم بالحج۔

قال: وکعب بن لؤی اول من جمع یوم العروبة، وقیل: هو اول من سماها الجمعة، فکانت قریش یجتمع الیه فی هذا الیوم فیخطبهم ویذکرهم بمبعث النبی صلی الله علیه وآله وسلم ویعلمهم انه من ولده ویامرهم باتباعه والایمان به وینشد فی هذا ابیاتا منها قوله:

یا لیتنی شاهد نجواء دعوته اذا قریش تبغی الحق خذلانا

قال: وقد ذکر الماوردی[1] هذا الخبر عن محمد بن کعب فی کتاب "اعلام النبوة" انتهی۔ قلت: هذا الخبر اخرجه ابو نعیم فی "دلائل النبوة" بسنده عن ابی سلمة بن عبد الرحمن بن عوف وفی آخره: وکان بین موت کعب وبعث النبی صلی الله علیه وآله وسلم خمس مائة سنة وستون سنة۔ والماوردی المذکور هو احد أئمة اصحابنا وهو صاحب "الحاوی الکبیر"، له کتاب "اعلام النبوة" فی مجلد کثیر الفوائد وقد رأیته وسانقل منه فی هذا الکتاب۔

---

[1] هو الشیخ الامام ابو الحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی سنة خمسین واربع مائة، له "اعلام النبوة" مشتملا علی احد وعشرین بابا، کما فی "کشف الظنون"

Marfat.com

...یہ قرآن کریم میں ہے اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ الآیہ (پ ۱ - ع ۱۶)

بلکہ تم خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اُس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کروگے؟ بولے ہم پوجینگے اُسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آبا ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحاق کا۔

میں حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام پر لفظ "اَبْ" کا اطلاق کیا گیا، حالانکہ وہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے، جسطرح کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام پر اطلاق کیا گیا، حالانکہ وہ دادا تھے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اَلْجَدُّ اَبٌ یعنی دادا باپ ہے، اور یہ آیت تلاوت کی "قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ" - الآیہ

اور ابوالعالیہ سے بہ تحتِ آیتِ کریمہ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ الآیہ مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ چچا کو باپ کہا گیا۔

اور محمد ابن کعب قرظی سے مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا اَلْخَالُ وَالِدٌ وَالْعَمُّ وَالِدٌ، یعنی ماموں کو باپ اور چچا کو باپ کہا جاتا ہے پھر یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی

غرضکہ اس بارے میں سلف صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے یہ اقوال ہیں اور اُس روایت سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جسے ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں بسندِ صحیح، حضرت سلیمان ابنِ صُرد (ابن الجون خزاعی صحابی مقتول ۶۵ھ) سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا کہ جب نمرود لعین نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا، تو اُنھوں نے لکڑیاں جمع کرنی شروع کردیں، حتیٰ کہ بوڑھی عورتوں نے بھی لکڑیاں جمع کیں۔ پھر اُنھوں نے قصد کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالدیں، تو آپ نے کہا حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْل

Marfat.com

فحصل مما اوردناه ان آباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم من عهد ابراهيم الى كعب بن لؤي كانوا كلهم على دين ابراهيم عليه السلام وولده مرة بن كعب الظاهر انه كذلك لان اباه اوصاه بالايمان، وبقي بينه وبين عبد المطلب اربعة آباء وهم: كلاب وقصي وعبد مناف وهشام، ولم اظفر فيهم بنقل لا بهذا ولا بهذا.

واما عبد المطلب ففيه ثلاثة اقوال، احدها وهو الاشبه: انه لم تبلغه الدعوة، لاجل الحديث الذي في البخاري وغيره.

والثاني: انه كان على التوحيد وملة ابراهيم، وهو ظاهر عموم قول الامام فخر الدين وما تقدم عن مجاهد وسفيان بن عيينة وغيرهما في تفسير الآيات السابقة. والثالث: ان الله احياه بعد بعثة النبي صلى الله عليه وآله وسلم حتى آمن به واسلم ثم مات، حكاه ابن سيد الناس، وهذا اضعف الاقوال واسقطها واوهاها لانه لا دليل عليه ولم يرد قط في حديث لا ضعيف ولا غيره ولا قال بهذا القول احد من ائمة السنة، انما حكوه عن بعض الشيعة ولهذا اقتصر غالب المصنفين على حكاية القولين الاولين وسكتوا عن حكاية الثالث لان خلاف الشيعة لا يعتد به. قال السهيلي في "الروض الانف" وفي الصحيح ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دخل على ابي طالب عند موته وعنده ابو جهل وابن ابي امية وقال: يا عم! قل: لا اله الا الله كلمة اشهد لك بها عند الله: فقال له ابو جهل وابن ابي امية: أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فقال: انا على ملة عبد المطلب.

قال: وظاهر هذا الحديث يقتضي ان عبد المطلب مات على الشرك

مجھے اللہ کافی ہے، کتنا اچھا وکیل ہے)۔ پھر جب انھوں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰنَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ (اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جا) اُس وقت آپ کے چچا نے کہا من اجلی دفع عنہ (میری وجہ سے وہ آگ سے محفوظ ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا، جو اُسکے پاؤں پر پڑا، اور اُس نے اُسکو جلا دیا۔

لہٰذا یہ اثر تصریح کرتی ہے کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ اس میں اور بھی فوائد ہیں، مثلاً یہ کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے دنوں میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسکی خبر دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکے لیے طلبِ مغفرت ترک فرما دی تھی جب یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے۔ اور اس بارے میں آثار و احادیث وارد ہیں کہ یقیناً آپ پر ظاہر ہو گیا تھا جبکہ وہ حالتِ شرک میں مرا، اور یہ کہ آپ نے اِس کے بعد کبھی اُسکے لیے مغفرت کی دعا نہ کی۔

اور ابنِ ابی حاتم بسندِ صحیح حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام، آذر کے لیے مرنے کے وقت تک دعائے مغفرت مانگی، اور جب آپ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے، پھر اُسکے لیے استغفار نہ کی۔

اور محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے تخریج کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آذر کی زندگی میں اصلاح کی امید رکھتے تھے، پھر جب وہ شرک پر مر گیا، تو آپ اُس سے بیزار ہو گئے۔ اسکے بعد یعنی آگ میں ڈالے جانے کے بعد شام کی طرف آپ نے ہجرت فرمائی۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ پھر ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مصر تشریف لے گئے، اور اس سفر میں آپ کو جابر حاکم کے واقعہ کا اتفاق ہوا، جو کہ

Marfat.com

قال: ووجدت فی بعض كتب المسعودی اختلافا فی عبد المطلب
قد قیل فیه: مات مسلما لما رأی من الدلائل علی نبوة محمد صلی ا
علیه وآله وسلم وعلم انه لایبعث الا بالتوحید - فالله اعلم، غیر أن
"مسند البزار" وكتاب النسائی من حدیث عبد الله بن عمرو رضی الله ع
ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال لفاطمة رضی الله عنها و
عزت قوما من الانصار: لعلك بلغت معهم الكدی؟ فقالت: لا، فق
لو كنت بلغت معهم الكدی ما رأیت الجنة حتی یراها جد أبیك.
قال: وقد اخرجه ابو داود ولم یذكر فیه: حتی یراها جد ابیك
قال: وفی قوله: جد ابیك، ولم یقل: جدك، تقویة للحدیث الضعیف
الذی قدمنا ذكره ان الله احیی اباه وامه وامنا به - فالله اعلم، قا
ویحتمل انه اراد تخویفها بذلك لان قوله صلی الله علیه وآله وسلم
حتی دبلوغها معهم الكدی لا یوجب خلودا فی النار. هذا كله كلا
السهیلی بحروفه. وقال الشهرستانی فی "الملل والنحل": ظهر نور النب
صلی الله علیه وآله وسلم فی اساریر عبد المطلب بعض الظهور،
ببركة ذلك النور الهم النذر فی ذبح ولده، وببركته كان یامر ولد
بترك الظلم والبغی ویحثهم علی مكارم الاخلاق وینهاهم عن دنیا
الامور، وببركة ذلك النور كان یقول فی وصایاه: انه لن یخرج من
الدنیا ظلوم حتی ینتقم منه وتصیبه عقوبة - الی ان هلك رجل ظ
لم تصبه عقوبة، فقیل لعبد المطلب فی ذلك، ففكر فی ذلك فق
والله! ان وراء هذه الدار دارا یجزی فیها المحسن باحسانه ویعاقب
فیها المسیئ باساءته؛ وببركة ذلك النور قال لابرهة: ان هذ

Marfat.com

حضرتِ سارہ کے سبب سے پیش آیا تھا۔ اور حضرت ہاجرہ نے آپ کی خدمت کی
پھر شام کی طرف لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ ہاجرہ اور اپنے فرزند
حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کو مکہ مکرمہ منتقل کردیں۔ چنانچہ آپ نے انکو منتقل
فرما کر دعا مانگی، اور دعا میں کہا:۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (الیٰ قولہ) رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ (پ ۱۳ - ع ۱۸)

اے میرے رب میں نے کچھ اولاد ایک وادی میں لبسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی، (یہانتک کہ) اے ہمارے رب مجھے بخشدے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

آپ کا یہ دعا مانگنا اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے طویل عرصہ کے بعد سے ہے۔
لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں، جو کفر کا ذکر فرمایا گیا، اور آپ کا استغفار
سے تبری بتائی گئی، وہ اپنے چچا آزر کیلئے تھی، نہ کہ اپنے والدِ حقیقی کیلئے۔ فَلِلّٰہِ الحمد علیٰ ما الہم
ابنِ سعد نے "الطبقات" میں کلبی سے روایت کی کہ انھوں نے کہا حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے سینتیس ۳۷ سال کی عمر میں بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی
چنانچہ مقامِ حران میں مدت تک اقامت فرمائی۔ اسکے بعد اردن تشریف لائے
وہاں بھی مدت تک اقامت فرمائی۔ پھر مصر تشریف لیگئے وہاں بھی ایک عرصہ اقامت
فرمائی۔ پھر شام کی طرف لوٹے، تو زمین سبع میں جو ایلیاء اور فلسطین کے درمیان
واقع ہے قیام کیا۔ پھر جب وہاں کے کچھ لوگوں نے آپ کو ایذا دی، تو اُن سے
رُخ پھیر کر رملہ اور ایلیاء کے درمیان اقامت فرمائی۔

اور ابنِ سعد نے واقدی (یعنی محمد بن عمر بن واقد اسلمی، واقدی مدنی قاضی
بغدادی، المتوفی ۲۰۷ھ) سے روایت کیا کہ انھوں نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
سے جبوقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُسوقت آپ کی عمر نوے سال

Marfat.com

البيت ربا يحفظ، ومنه قال وقد صعد ابا قبيس:

لاهم ان المرء يمنع رحله فامنع حلالك
لا يغلبن صليبهم ومحالهم عدواً محالك
فانصر على ال الصليب وعابديه اليوم الك

انتهى كلام الشهرستانى.

ومن مناسق ما ذكره ما اخرجه ابن سعد فى طبقاته عن ابن عباس رضى الله عنهما: كانت الدية عشرا من الابل وعبد المطلب اول من سن دية النفس مائة من الابل، فجرت فى قريش والعرب مائة من الابل اقرها رسول الله صلى الله عليه واله وسلم. وينضم الى ذلك ان النبى صلى الله عليه واله وسلم انتسب اليه يوم حنين فقال:

انا النبى لا كذب انا ابن عبد المطلب

وهذا اقوى ما يقوى به مقالة الامام فخر الدين ومن وافقه لان الاحاديث وردت فى النهى عن الانتساب الى الاباء الكفار.

روى البيهقى فى الشعب من حديث ابى بن كعب ومعاذ بن جبل: ان رجلين انتسبا على عهد رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فقال احدهما: انا فلان بن فلان انا فلان بن فلان، فقال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: انتسب رجلان على عهد موسى فقال احدهما: انا فلان بن فلان الى تسعة، وقال الاخر: انا فلان بن فلان الاسلام، فاوحى الله الى موسى: هذان المنتسبان. اما انت ايها المنتسب الى تسعة فى النار وانت عاشرهم، واما انت يا هذا المنتسب الى اثنين فى الجنة وانت ثالثهما فى الجنة.

ہ وفی نسخۃ: ابدا۔

کی تھی - لہٰذا ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ واقعۂ نار کے بعد بابل سے ہجرت کرنے، اور مکہ مکرمہ میں مذکورہ دعا مانگنے کے درمیان کا زمانہ تقریباً کچھ اوپر پچاس سال کا ہے -

تتمہ اسکے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد میں توحید ہمیشہ رہی - امام شہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا دین قایم رہا۔ اور عرب کے سینوں میں توحید برقرار رہی - سب سے پہلے جس نے اسے بدلا، اور بت پرستی کی بنیاد ڈالی وہ عمرو بن لحی تھا

میں کہتا ہوں کہ یہ بات درست وصحیح ہے، کیونکہ بخاری ومسلم نے حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عمرو بن لحی خزاعی کو دیکھ رہا ہوں کہ اسکی آنتوں کو آگ کی گہرائیوں میں کھینچا جا رہا ہے اُس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑا اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں بروایت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جس نے سوائب اور بت پرستی کی ابتداء کی وہ ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں اُسے دیکھ رہا ہوں کہ اسکی آنتوں کو آگ میں کھینچا جا رہا ہے -

اور ابنِ اسحاق وابن جریر اپنی تفسیر عہ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عمرو بن لحی بن قمعہ بن جندب کو دیکھ رہا ہوں کہ اُسے آگ کی گہرائیوں میں گھسیٹا جا رہا ہے کیونکہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے دینِ ابراہیمی میں تغیر وتبدل کیا - اور ابنِ اسحاق کے لفظ یہ ہیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرتِ اسمٰعیل کے دین کو بدلا، اور بتوں کا رواج دیا۔ بحیرہ کو قائم کیا، سائبہ کو جاری کیا، وصیلہ کو ملایا، اور حامی کی حمایت کی - اس روایت کی اور بھی اسناد ہیں -

اور بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

عہ اس کیلئے حاشیہ آخر میں صفحہ ۱۳۲ پر دیکھیں

أباء في النار! فانت عاشرهم في النار، واما انت ايها المنتسب الى اثنين! فانت ثالثهما في الجنة. وروى البيهقي ايضا عن ابي ريحانة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: من انتسب الى تسعة آباء كفار يريد بهم عزا وشرفا فهو عاشرهم في النار. وروى البيهقي ايضا عن ابن عباس رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: لا تفتخروا بآبائكم الذين ماتوا في الجاهلية فوالذي نفسي بيده! لما يدحرج[1] الجعل بانفه خير من آبائكم الذين ماتوا في الجاهلية.

وروى البيهقي ايضا عن ابي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالآباء، لينتهين اقوام يفتخرون برجال انما هم فحم من فحم جهنم او ليكونن اهون على الله من الجعلان التي تدفع النتن بانفها.

والاحاديث في ذلك المعنى كثيرة، واوضح من ذلك في التقرير ان البيهقي اورد في "شعب الايمان" حديث مسلم: ان في امتي اربعا من امر الجاهلية ليسوا بتاركين: الفخر في الاحساب - الحديث.

وقال عقبه: وان عورض هذا بحديث النبي صلى الله عليه وآله وسلم في اصطفاء بني هاشم فقد قال الحليمي: لم يرد بذلك الفخر، انما اراد تعريف منازل المذكورين ومراتبهم كرجل يقول: كان ابي فقيها، لا يريد به الفخر وانما يريد به تعريف حاله دون ما عداه؛ قال: وقد يكون اراد به الاشارة بنعمة الله عليه في نفسه وآبائه على وجه الشكر، وليس ذلك من الاستطالة

---

[1] وفي النهاية: (ومنه الحديث) لما يدهده الجعل خير من الذين ماتوا في الجاهلية هو الذي يدحرجه من السرجين ردا الحديث الآخر كما يدهده الجعل النتن بانفه.

Marfat.com

وہ بیان کرتے ہیں، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر قایم تھے، مگر شیطان انھیں برائی پر اکساتا رہا، وہ چاہتا تھا کہ یہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں، یہانتک کہ وہ تلبیہ میں دخل انداز ہو گیا، اور تلبیہ کے الفاظ یہ بنا دیئے "لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک۔ یعنی حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں صرف وہی شریک ہے جو تیری ملکیت کا مالک ہے۔" فرماتے ہیں کہ وہ اس پر قایم رہے یہانتک کہ اسلام سے شرک کی طرف چلے گئے۔

اور سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں کہ وہ عمرو بن لحی تھا، جسوقت کہ قبیلہ خزاعہ نے خانہ کعبہ پر تسلط جمایا، اور وہاں کے لوگوں کو مکّہ سے دور کر دیا، اور اہلِ عرب پر شود کو جاری کیا، یہ نرالی بات انکی شریعت میں نہ تھی۔ مگر وہ اسے تیزی سے لینے لگا کیونکہ وہ موسمِ حج میں کھانا کھلاتا، اور کپڑا پہناتا تھا۔ اور ابن اسحاق نے بیان کیا کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں بتوں کو داخل کیا اور لوگوں کی انکی پوجا پر ابھارا، اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے "لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک" یہانتک کہ عمرو بن لحی جب یہ تلبیہ پڑھ رہا تھا، تو شیطان ایک بزرگ صورت بنکر اسکا ساتھی بن گیا اور تلبیہ کہنے لگا، جبکہ عمرو نے لبیک لا شریک لک کہا، تو بزرگ صورت شیطان نے اضافہ کیا کہ "الا شریکا ھو لک" عمرو نے اس کا انکار کیا اور کہا "وما ھذا" یعنی یہ کیا ہے؟ اس پر بزرگ صورت شیطان نے کہا یوں کہو "تملکہ وما ملک" (یعنی وہ تیرا شریک جو تیری ملکیت کا مالک ہے) کیونکہ اس کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، پھر عمرو نے بھی یہی کہا، اور عرب کا طریقہ بن گیا۔ انتہیٰ، یعنی سہیلی کا کلام ختم ہوا۔

اور حافظ عماد الدین بن کثیر رحمۃ اللہ اپنی "تاریخ" میں بیان کرتے ہیں کہ عرب دینِ ابراہیمی پر قایم تھے، یہانتک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکّہ کا حاکم بنا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد سے خانہ کعبہ کی تولیت چھین لی، تو عمرو بن عامر خزاعی نے

Marfat.com

والفخر شیٔ - انتھی، فقوله: اراد تعریف منازل المذکورین ومراتبھم او الاشارة بنعمة الله علیه فی نفسه وآبائه علی وجه الشکر فیه، تقویة لمقالة الامام فخر الدین واجرائھا علی عمومھا، کما لا یخفی اذا الاصطفاء لا یکون الا لمن ھو علی التوحید. ولا شك ان الترجیح فی عبد المطلب بخصوصه عسیر جدا لان حدیث البخاری وھو الذی فیه منع ابو جھل ابا طالب من الایمان باستدلال ملة عبد المطلب مصادم قوی، وان اخذ فی تاویله لم یوجد تاویل قریب، والتاویل البعید یاباه اھل الاصول؛ ولھذا لما رأی البیھقی تصادم الادلة لم یبق دعلی الترجیح فوقف فالله اعلم. وھذا یصلح ان یعد قولا رابعا فیه وھو الوقف، واکثر ما خطر لی فی تأویل الحدیث وجھان بعید ان فترکھما. واما حدیث النسائی فتاویله قریب وقد فتح السھیلی بابه وان لم یستوف، وانما سھل الترجیح جانب التاویل فسھل المصیر الیه - والله اعلم.

ثم رأیت الامام ابا الحسن الماوردی اشار الی نحو ما ذکره الامام فخر الدین الا انه لم یصرح کتصریحه فقال فی کتابه "اعلام النبوة" لما کان انبیاء الله صفوة عباده وخیرة خلقه لما کلفھم من القیام بحقه والارشاد لخلقه استخصلھم من اکرم العناصر واجتباھم بحکم الاوامر، فلم یکن لنسبھم من قدح ولمنصبھم من جرح لیکون القلوب اصغی والنفوس لھم اوطأ فیکون الناس الی اجابتھم اسرع ولاوامرھم أطوع، وان الله استخلص رسول الله علیه واله وسلم من اطیب المناکح و حماه من دنس الفواحش ونقله من اصلاب طاھرة الی ارحام منزھة. وقد قال ابن عباس فی تاویل قول الله تعالی: "وتقلبك فی السٰجدین"

بت پرستی رائج کی، اور سوائب وغیرہ بے دینیاں عرب میں پھیلائیں، اور تلبیہ میں
"لبیک لا شریک لک لبیک" کے بعد اضافہ کیا کہ "الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک"
یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ کہا ہے، اور اہلِ عرب نے شرک میں اسکی پیروی کی ہے۔
اسکے بعد وہ قوم نوح اور گزشتہ تمام امتوں کے مشابہ بن گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ
حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر باقی رہے۔ اور خانہ کعبہ کی تولیت کی مدت
جس پر خزاعہ قابض رہے تین سو برس تھی۔ انکی تولیت بڑی بدبختی کی تھی۔ یہانتک کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے قصی آئے، انھوں نے ان سے جنگ کی
اور سارے عرب سے ان سے جنگ کے لیے مدد مانگی، اور خزاعہ کے قبضہ سے تولیت
چھین لی۔ لیکن اہلِ عرب اس رسم بد سے جسے عمرو بن عامر خزاعی نے بت پرستی وغیرہ
کی عادت ڈالدی تھی، نہ لوٹ سکے، کیونکہ انھوں نے اسے فی انفسہ الیسا دین جان
رکھا تھا جس میں تغیر جائز نہ جانتے تھے۔ انتہٰی

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام، حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے زمانہ سے عمرو بن عامر کے زمانہ تک بالیقین سب کے سب مومن و
مسلمان تھے۔ اب ہم اسکے بعد باقی حضرات پر قدرے مناسب وضاحت کے اضافہ
کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔

دوسری بحث

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد، اور انکے بعد والوں کے
بارے میں اس مسلک و مذہب کی تائید و نصرت کیلیے کچھ آیات و احادیث لاتے ہیں

پہلی آیت :۔ جو سب سے زیادہ صریح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ الآیہ (پ - ع)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے سوا اسکے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دیگا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا

ای تقلبك من اصلاب طاهرة من اب بعد اب الی ان جعلك نبيا، فكان نور النبوة ظاهرا فی اٰبائه، ثم لم یشرکه فی ولادته من ابویه اخ ولا اخت لانتها صفوتهما الیه وقصور نسبهما علیه لیکون مختصا بنسب جعله الله للنبوة غایة ولتفرده نهایة فیزول عنه ان شارکه فیه ویماثل منه، فلذلك مات عنه ابواه فی صغره، فاما ابوه فمات وهو حمل، واما امه فماتت وهو ابن ست سنین، واذا خبرت حال نسبه وعرفت طهارة مولده علمت انه سلالة اٰباء کرام، لیس فی اٰبائه مسترذل ولا مغمور مستبذل بل کلهم سادة قادة، وشرف النسب وطهارة المولد من شروط النبوة انتهی کلام الماوردی بحروفه۔

وقال ابو جعفر النحاس[۱] فی "معانی القراٰن" فی قوله تعالی "وتقلبك فی الساجدین": روی عن ابن عباس انه قال: تقلبه فی الظهور حتی اخرجه نبیا، وما احسن قول الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی:

اشعار

تنقل احمد نورا عظیما ... تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا ... الی ان جاء خیر المرسلینا

وقال ایضا:

حفظ الاله کرامة لمحمد ... اٰباءه الامجاد صونا لاسمه
ترکوا السفاح فلم یصبهم عاره ... من اٰدم والی ابیه وامه

---

[۱] هو ابو جعفر احمد بن محمد النحاس النحوی المتوفی سنة ثمان وعشرین وثلاث مات۔۔

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بہ تحت آیتِ کریمہ "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ" نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ باقیۃ فی عقب ابراھیم۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد والوں میں لا الٰہ الا اللہ باقی رہا۔

اور عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر حضرتِ مجاہد سے۔ بہ تحت آیتِ کریمہ "وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" نقل کرتے ہیں کہ کلمہ باقیہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور عبد ابنِ حمید کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی یونس نے، انھوں نے شیبان سے انھوں نے قتادہ سے بہ تحت آیتِ کریمہ "وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" وہ فرماتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ اور توحید کی شہادت ہے، اور اسکے کہنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُنکی اولاد میں ہمیشہ موجود رہے۔

اسی آیتِ کریمہ کے تحت حضرتِ عبدالرزاق اپنی تفسیر میں بروایت معمر حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، یہ اخلاص و توحید ہے، اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُسکی عبادت کرنے والے آپ کی اولاد میں ہمیشہ موجود رہے۔" اس روایت کو ابن المنذر نقل کرکے کہتے ہیں کہ ابنِ جریر نے آیتِ کریمہ "عقب ابراہیم" میں فرمایا ہے کہ لعینی نسلِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں ہمیشہ اسکے کہنے والے رہے ہیں" اور کہتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ نسلِ ابراہیمی میں کچھ لوگ فطرت پر ہمیشہ رہینگے، جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرینگے۔

اسی آیتِ کریمہ کے تحت، عبد بن حمید نے زہری سے نقل کیا کہ اُنھوں نے فرمایا "عقب" سے مراد حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے مرد و عورت اور اولادِ کو دہے اور عطار سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا، اُنکی اولاد اور گھر والے، نسل کے لوگ ہیں

دوسری آیتِ کریمہ:۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ | اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کردے

وقال الشریف البوصیری[1] صاحب "البردة" رحمه الله:

کیف ترقی رقیك الانبیاء یا سماء ما طاولتها سماء
لم یساووك فی علاك وقد حال سناء منك دونهم وسناء
انما مثلوا صفاتك للنا س کما مثل النجوم الماء
انت مصباح کل فضل فما تصدر[2] الا عن ضوئك الاضواء
لك ذات العلوم من عالم الغیب ومنها لآدم الاسماء
ولم تزل فی ضمائر الغیب تختا رلك الامهات والآباء
ما مضت فترة من الرسل الا بشرت قومها بك الانبیاء
تتباهی بك العصور وتسمو بك علیاء بعدها علیاء
وبدا للوجود منك کریم من کریم آباؤه کرماء
نسب تحسب العلی بحلاه قلدتها نجومها الجوزاء
ومنها فهنیئا به لآمنة الفضـل الذی شرفت به حواء
من لحواء انها حملت احمد او انها به نفساء
یوم نالت بوضعه ابنة وهب من فخار ما لم تنله النساء
واتت قومها بافضل مما حملت قبل مریم العذراء

فائدة

قال ابن ابی حاتم فی تفسیره: حدثنا ابی حدثنا موسی بن

---

[1] هو الشیخ شرف الدین ابو عبد الله محمد ابن سعید الدلاصی ثم البوصیری المتوفی سنة اربع وتسعین وست مائة، وقصیدته الهمزیة فی المدائح النبویة سماها "ام القری" ٢- وفی نسخة: الکون.

Marfat.com

وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ٥ الآیہ (پ۱۳ - ع ۱۸) | اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

اس آیت کریمہ کے تحت ابن جریر اپنی تفسیر میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ کہ انھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا انکے فرزندوں کے بارے میں قبول فرمائی، اور انکے فرزندوں میں سے کسی نے اس دعا کے بعد بت کو نہ پوجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکی دوسری دعا بھی قبول فرمائی، اور اس شہر مکہ کو امن والا قرار دیا، اور انکی اہل کو پھلوں کا رزق عطا فرمایا، اور انھیں امام بنایا، اور انکی نسل میں ایسے لوگ بھی بنائے جو نماز کو قایم رکھنے والے تھے۔

اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت وہب بن منبہ سے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر آئے تو انھیں وحشت پیدا ہوئی، پھر بیت الحرام کے قصہ میں طویل حدیث بیان کی۔ اس میں ہے کہ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا واجعله امة وحدة قانتا بامری داعیا الی سبیلی اجتبیه واهدیه الی الصراط المستقیم (اور بنا اسکو ایک امت جو میرے حکم کو بجالانے والا، میرے راستہ کی طرف بلانے والا ہو، اسے برگزیدہ کرکے سیدھے راستہ کی ہدایت فرما) انکی یہ دعا انکے بعد کی اولاد و نسل کے بارے میں قبول کی گئی، اور انکے حق میں انکی سفارش مانی گئی، اور انکو اس خانہ کعبہ کا اہل بنایا، اور اس کا متولی و حامی بنایا۔ الحدیث

یہ روایت شروع میں مذکور مجاہد کے قول کے موافق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خانۂ کعبہ کی تولیت خصوصیت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کے ساتھ مشہور و معروف تھی، نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام نسل کے ساتھ، یہانتک کہ عمرو خزاعی نے انہی سے چھینا، پھر بعد کو بھی انہی کی طرف لوٹی۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے جو کچھ افضلیت کے آثار ہیں

ایوب النصیبی حدثنا حمزة عن عثمان بن عطاء عن ابیه قال: بین النبی صلی اللہ علیه واله وسلم وبین ادم علیه السلام تسعة واربعون ابا.

الامر الثالث اثر ورد فی ام النبی صلی اللہ علیه واله وسلم خاصة، اخرج ابونعیم فی "دلائل النبوة" بسند ضعیف من طریق الزهری عن ام سماعة بنت أبی رهم عن امها قالت: شهدت آمنة ام رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم فی علتها التی ماتت فیها ومحمد صلی اللہ علیه واله وسلم غلام یفع له خمس سنین عند رأسها فنظرت الی وجهه ثم قالت:

بارك فیك اللہ من غلام ... یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام ... فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام ... ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام ... من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام ... تبعث بالتحقیق والاسلام
دین ابیك البر ابراهام ... فاللہ ینهاك عن الاصنام
ان لا توالیها مع الاقوام

ثم قالت: کل حی میت، وکل جدید بال، وکل کبیر یفنی، وانا میتة وذکری باق، وقد ترکت خیرا وولدت طهرا، ثم ماتت وکنا نسمع نوح الجن علیها فحفظنا من ذلك:

نبکی الفتاة البرة الامینه ... ذات الجمال العفة الرزینه
زوجة عبد اللہ والقرینه ... ام نبی اللہ ذی السکینه
وصاحب المنبر فی المدینه ... صارت لدی حفرتها رهینه

Marfat.com

ذکر کیا گیا ہے وہی اسکے اہل تھے، کیونکہ سب سے افضل حضرات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجدادِ کرام کے سلسلہ کے ہی لوگ رہے ہیں، اور یہی حضرات برگزیدگی کے ساتھ خاص ہوئے اور انہی کی طرف نورِ نبوت یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا، اور یہی حضرات اسکے زیادہ لائق ہیں کہ ان میں کے بعض حضرات فرمانِ الٰہی

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۔	اے رب مجھے اور میری نسل کے کچھ لوگوں کو نماز قایم رکھنے والا بنا۔

کے مشارٌ الیہ ہوں۔

اور ابنِ ابی حاتم نے حضرتِ سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں، سے کسی نے بتوں کو پوجا ہے؟ فرمایا، نہیں! کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا کہ:۔

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ الآیہ	اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

کسی نے سوال کیا کہ حضرتِ اسحاق علیہ السلام کی اولاد، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد کیوں داخل نہیں؟ فرمایا اسلیے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے اس شہرِ مکہ کے رہنے والوں کے لیے دعا مانگی کہ وہ بتوں کو نہ پوجیں، جبکہ اُنکی اولاد خاص اس شہر میں بس گئی اُس وقت عرض کیا:۔

اِجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا	اس شہر کو امن والا بنا۔

اُنھوں نے تمام شہروں کیلیے دعا نہ مانگی۔ پھر عرض کیا وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا)۔ اسی تذکرہ میں ہے کہ اُنھوں نے اپنی اہل کو خاص کر کے عرض کیا:۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۔ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ الآیہ	پ ۱۳ ع ۱۶	اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک وادی میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اسلیے کہ وہ نماز قایم رکھیں

Marfat.com

وانت ترى هذا الكلام منها صريحا فى النهى عن موالاة الاصنام مع الاقوام، والاعتراف بدين ابراهيم عليه السلام، ويبعث[1] ولدها الى الانام من عند ذى الجلال والاكرام بالاسلام، وهذه الالفاظ منافية للشرك. وقولها: تبعث بالتحقيق، كذا هو فى النسخة، وعندى انه تصحيف وانما هو بالتخفيف. ثم انى استقرأت امهات الانبياء عليهم السلام فوجدتهن مؤمنات، فام اسحق وموسى وهارون وعيسى وموسى وحواء أم شيث عليهم السلام مذكورات فى القران بل قيل بنبوتهن، ووردت الاحاديث بايمان هاجرام اسمعيل وام يعقوب وامهات اولاده وام داود وسليمان وزكريا ويحيى وشمويل وشمعون وذى الكفل عليهم السلام؛ ونص بعض المفسرين على ايمان ام نوح وام ابراهيم عليهم السلام، ورجحه ابن حبان فى تفسيره. وقد تقدم عن ابن عباس رضى الله عنهما: انه لم يكن بين نوح وادم عليهما السلام والد كافر، ولهذا قال: "رب اغفر لى ولوالدىّ ولمن دخل بيتى مؤمنا" وقال ابراهيم: "رب اغفر لى ولوالدى وللمؤمنين يوم يقوم الحساب"، ولم يعتذر عن استغفار ابراهيم فى القران الا لابيه خاصة دون امه، فدل على انها كانت مؤمنة.

واخرج الحاكم فى "المستدرك" وصححه عن ابن عباس قال: كانت الانبياء من بنى اسرائيل الا عشرة: نوح وهود وصالح ولوط وشعيب وابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب ومحمد عليهم الصلاة والسلام: وبنو اسرائيل كلهم كانوا مؤمنين لم يكن فيهم كافر الى ان بعث عيسى فكفر به من كفر، فامهات الانبياء الذين من بنى اسرائيل كلهم مؤمنات، وايضا فغالب

---

[1] كذا، ولعله: يبعث - مقدم كتابه

اب تم حضرتِ سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر غور کرو، کیونکہ یہ یکے از ائمۂ مجتہدین اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے امام و شیخ ہیں رحمۃ اللہ علیہما

تیسری آیتِ کریمہ :- اللہ تعالیٰ، حضرتِ ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کو بیان فرماتا ہے کہ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (پ ۱۳-ع ۱۸) { اے رب مجھے اور میری نسل کو نماز قایم کرنے والا بنا۔ }

اس آیتِ کریمہ کے تحت، ابن المنذر، حضرتِ ابن جریج سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے ہیں اور انھوں نے اللہ تعالےٰ کی عبادت کی ہے۔

چوتھی آیتِ کریمہ :- حضرت ابو الشیخ اپنی تفسیر میں حضرتِ زید بن علی (ابن الحسین بن علی المرتضیٰ) رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت سارہ نے کہا جبکہ فرشتوں نے اُن کو بشارت دی تھی کہ :-

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ (پ ۱۲-ع ۷)	سارہ بولی ہائے خرابی میرے بچہ ہوگا؟ اور میں بوڑھی ہوں، اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے، بیشک یہ تو اچنبھے کی بات ہے
قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ (پ ۱۲ - ع ۷)	فرشتوں نے کہا سارہ سے کہو، کیا تم اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو، اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں تم پر گھر والوں پر، بیشک وہی سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔

اور حضرتِ زید موصوف الصدر فرماتے ہیں کہ یہی مطلب اللہ تعالےٰ کے ارشاد

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ	اور اُسے کلمہ باقیہ انکی نسل میں بنایا

کا ہے کہ محمد (مصطفےٰ) صلی اللہ علیہ وسلم، حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے عقب و نسل سے ہیں اور اس میں داخل ہیں۔

Marfat.com

انبیاء بنی اسرائیل کانوا اولاد انبیاء او اولادهم فان النبوة کانت تکون فی سبط منهم یتناسلون کما هو معروف فی اخبارهم. واما العشرة المذکورون من غیر بنی اسرائیل فقد ثبت ایمان ام نوح وابراهیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب، وبقی ام هود وصالح ولوط وشعیب علیهم السلام یحتاج الی نقل او دلیل" والظاهر ان شاء الله تعالی ایمانهن، فکذلک ام النبی صلی الله علیه وآله وسلم، وکان السر فی ذلك مایرینه من النور وورد فی الحدیث: اخرج احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیهقی عن العرباض بن ساریة ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: انی عند الله لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینة، وساخبرکم عن ذلك دعوة ابراهیم وبشارة عیسی ورؤیا امی التی رأت. وکذلك امهات النبیین یرین وان ام رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم رأت حین وضعته نورا اضاءت له قصور الشام، ولاشك ان الذی رأته ام النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی حال حملها به وولادتها له من الایات اکثر واعظم مما رآه سائر امهات الانبیاء، کما سقنا الاخبار بذلك فی "کتاب المعجزات".

وقد ذکر بعضهم: انه لم یرضعه مرضعة الا اسلمت، قال: ومرضعاته اربع: امه وحلیمة السعدیة وثویبة وأم ایمن. انتهی. فان قلت: فما تصنع بالاحادیث الدالة علی کفرها وانها فی النار؟ وهی حدیث انه صلی الله علیه وآله وسلم قال: لیت شعری ما فعل ابوای! فنزلت: "ولا تسئل عن اصحب الجحیم"، وحدیث انه استغفر لامه فضرب جبرئیل فی صدره وقال: لا تستغفر لمن مات مشرکا. وحدیث انه نزل فیها: "ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین". وحدیث انه قال لابنی ملیکة:

Marfat.com

اور ابنِ حبیب نے اپنی "تاریخ" میں سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ عدنان، معد، ربیعہ، مضر، اور خزیمہ اور ان کے آباء و اجداد ملتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر تھے، اُن کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو۔

اور ابو جعفر طبری وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارمیاہ (علیہ السلام) کو وحی فرمائی کہ تم بختِ نصر کے پاس جاؤ، اور اُسے بتادو کہ میں نے عرب پر تجھے غلبہ عطا کر دیا۔ اور ارمیاہ (علیہ السلام) کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے ساتھ سواری پر معد بن عدنان کو لیجائیے، تاکہ اُسے کوئی خرابی نہ پہنچے، کیونکہ میں اُسکے صلب (پُشت) سے عزت والا نبی پیدا کرونگا، اور اُس پر سلسلۂ رسالت کو ختم کردوں گا۔ چنانچہ ارمیاہ (علیہ السلام) نے ایسا ہی کیا، اور معد کو ارضِ شام لیگئے، اور بنی اسرائیل کے ساتھ رکھا۔ پھر فتنوں کی درستگی کے بعد لوٹ آئے۔

اور ابنِ سعد نے "الطبقات" میں مرسلاً عبد اللہ بن خالد سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مضر کو بُرا نہ کہو، بیشک وہ سلمان تھے۔ اور سہیلی "الروض الآنف" میں مذکورہ حدیث میں کہتے ہیں کہ نہ مضر کو بُرا کہو، اور نہ ربیعہ کو، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات قابلِ اعتماد ہے۔

ابو بکر محمد بن خلف بن حبان المعروف بہ وکیع "الغرر من الاخبار" میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں، ہم سے اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ مروزی ابو یعقوب شعرانی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقی نے حدیث بیان کر کے کہا کہ ہم سے عثمان بن قائد، اُن سے یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ اُن سے اسمٰعیل بن محمد بن سعد ابن وقاص، اُن سے عبد الرحمٰن بن ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہم نے حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ربیعہ اور مضر کو بُرا نہ کہو، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے

Marfat.com

امكما في النار، فشق عليهما فدعاهما فقال: ان امي مع امكما.

قلت: الجواب ان غالب مايروى من ذلك ضعيف، ولم يصح في ام امر النبي صلى الله عليه وآله وسلم سوى حديث انه استأذن في الاستغفار لها فلم يؤذن له، ولم يصح أيضا في ابيه الا حديث مسلم خاصة، وسيأتي الجواب عنهما. واما الاحاديث التي ذكرت فحديث: ليت شعري ما فعل ابواي فنزلت الآية، لم يخرج في شئ من كتب الاحاديث المعتمدة، وانما ذكره في بعض التفاسير بسند منقطع لا يحتج به ولا يعول عليه، ولو جئنا نحتج بالاحاديث الواهية لعارضناك بحديث واه: اخرجه ابن الجوزي من حديث علي رضي الله عنه مرفوعا: هبط جبرئيل علي فقال: ان الله يقرئك السلام ويقول: اني حرمت النار على صلب انزلك وبطن حملك وحجر كفلك. ويكون من باب معارضة الواهي بالواهي الا انا لا نرى ذلك ولا نحتج به. ثم ان هذا السبب مردود بوجوه اخرى من جملة الاصول والبلاغة واسرار البيان، وذلك ان الآيات من قبل هذه الآية ومن بعدها كلها في اليهود من قوله تعالى: "يبني اسرآئيل اذكروا نعمتي التي انعمت عليكم واوفوا بعهدي اوف بعهدكم واياي فارهبون"، الى قوله تعالى: "واذ ابتلى ابراهيم ربه"، ولهذا اختتمت القصة بمثل ما صدرت به وهو قوله: "يبني اسرائيل اذكروا نعمتي التي انعمت عليكم" الآيتين. فتبين ان المراد باصحاب الجحيم كفار اهل الكتاب.

وقد ورد ذلك مصرحا به في الاثر، اخرج عبد بن حميد والفريابي وابن جرير وابن المنذر في تفاسيرهم عن مجاهد قال: من اول البقرة اربع آيات في نعت المؤمنين، وآيتان في نعت الكافرين، وثلاث عشرة

Marfat.com

اور اپنی سند کے ساتھ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمیم اور ضبّہ کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ سب مسلمان تھے - اور اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیس کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ مسلمان تھے - پھر سہیلی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ الیاس کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان و مومن تھے - انھوں نے بیان کیا کہ وہ اپنی پشت میں حج کے موسم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کی آواز سنتے تھے -

فرماتے ہیں کہ کعب بن لوی وہ پہلا شخص ہے جس نے "یوم العروبۃ" کا اجتماع کیا - اور ایک قول یہ ہے کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اس دن کا نام "الجمعہ" رکھا، کیونکہ تمام قریش اس دن انکے پاس جمع ہوتے، وہ انھیں خطبہ دیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی یاددہانی کراتے تھے، اور وہ انھیں بتاتے کہ وہ نبی کریم اپنی اولاد میں سے ہونگے - اور انھیں حکم دیتے کہ وہ ان پر ایمان لاکر انکی پیروی کریں، اس خصوص میں انھوں نے چند اشعار کہے جن میں سے ایک یہ ہے ؎

یالیتنی شاھد نجواء دعوتہ ❊ اذا قریش تبغی الحق خذلانا

یعنی اے کاش میں انکی دعوت کے وقت موجود ہوتا ❊ جبکہ قریش حق کو رسوا کرنا چاہینگے

فرماتے ہیں کہ، ماوردی نے بیان کیا ہے کہ یہ خبر محمد بن کعب سے کتاب "اعلام النبوۃ" میں ہے - انتہیٰ

میں کہتا ہوں کہ اس خبر کو ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں اسکی سند کیساتھ جو ابی سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف سے ہے نقل کیا ہے، اور اسکے آخر میں ہے کہ کعب کے انتقال اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا فاصلہ تھا - اور ماوردی مذکور ہمارے ائمہ کے شاگردوں میں سے

اٰية فی نعت المؤمنين، وايتان فی نعت الكافرين، وثلاث عشرة اٰية فی المنافقين، ومن اربعين اٰية الی عشرين ومائة فی بنی اسرائيل اشارة صحيحة؛ ومما يؤكد ذلك ان السورة مدنية واكثر ما خوطب فيها اليهود، وترشح ذلك من حيث المناسبة ان الجحيم اسم لما عظم من النار كما هو مقتضی اللغة والاٰثار. اخرج ابن ابی حاتم عن ابی مالك فی قوله تعالی: "اصحٰب الجحيم"، ما عظم من النار. اخرج ابن جرير وابن المنذر عن ابن جريج فی قوله تعالی: "لها سبعة ابواب"، قال اولها جهنم ثم لظی ثم الحطمة ثم السعير ثم سقر ثم الجحيم ثم الهاوية، قال والجحيم فيها ابو جهل. اسناده صحيح ايضا، فاللائق هذه المنزلة من عظم كفره و اشتد وزره وعاند عند الدعوة وبدل وحرّف وجحد بعد علم، لا من هو بمظنة التخفيف؛ واذا كان قد صح فی ابی طالب انه اهون اهل النار عذابا لقرابته منه صلی الله عليه واٰله وسلم وبره به مع ادراكه الدعوة وامتناعه من الاجابة وطول عمره فما ظنك بابويه الذين هما اشد منه قربا واكد حبا وابسط عذرا واقصر عمرا! فمعاذ الله ان يظن بهما انهما فی طبقة الجحيم وان يشدد عليهما العذاب العظيم! هذا لا يفهمه من له ادنی ذوق سليم. واما حديث ان جبرئيل ضرب فی صدره وقال: لا تستغفر لمن مات مشركا، فان البزار اخرجه بسند فيه من لا يعرف؛ واما حديث نزول الاٰية فی ذلك فضعيف ايضا، والثابت فی الصحيح انها نزلت فی ابی طالب وقوله صلی الله عليه واٰله وسلم له: لاستغفرن لك ما لم انه عنك. واما حديث: امی مع امكما، فاخرجه الحاكم فی مستدركه وقال: صحيح؛ وشان "المستدرك" فی تساهله فی التصحيح

ایک تھے، جنکی ایک کتاب "الحادی الکبیر" ہے، اور دوسری کتاب "اعلام النبوۃ" ہے یہ ضخیم کتابیں ہیں، اور بہت زیادہ فوائد والی ہیں، میں نے اسے دیکھا ہے، اور عنقریب اُس میں سے کچھ میں اس کتاب میں بھی نقل کروں گا۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے کعب بن لوی تک سب کے سب حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، اور کعب کے فرزند مرۃ بن کعب ظاہر ہے کہ وہ بھی ایسے ہی تھے، کیونکہ اُنکے والد نے اُنھیں ایمان کی وصیت و تاکید کی تھی۔ باقی رہی انکی اولاد! جو کہ عبدالمطلب تک، چار پشتیں آباء کی ہیں، یعنی کلاب، قصی، عبد مناف، اور ہشام، انکے بارے میں کسی "نقل" کرنے میں کامیاب نہ ہوا، نہ اسلام پر، نہ شرک پر۔

لیکن حضرتِ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین۳ قول ہیں:۔

ایک۱ یہ کہ اشبہ یہ ہے کہ اُنھیں دعوتِ حق نہیں پہنچی، جیسا کہ اُس حدیث سے ظاہر ہے جو بخاری وغیرہ میں ہے۔ دوسرا۲ قول یہ ہے کہ وہ توحید اور ملتِ ابراہیمی پر تھے۔ یہ بات امام فخر الدین رازی، اور آیاتِ سابقہ کی تفسیروں میں مجاہد اور سفیان ابن عیینہ وغیرہ کے قول سے عام طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ تعالےٰ نے اُنھیں زندہ فرمایا، یہانتک کہ وہ آپ پر ایمان و اسلام لائے، پھر انتقال کر گئے۔ اسے ابن سید الناس نے بیان کیا، یہ قول بہت زیادہ ضعیف، سب سے زیادہ ساقط اور ناقابلِ اعتناء ہے۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور نہ سرے سے کوئی حدیث ہی وارد ہے نہ از قسمِ ضعیف، نہ از قسمِ غیر۔ اور نہ اہلِ سنت کے کسی امام نے ایسا قول کہا ہے البتہ اسے بعض شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا اکثر مصنفوں نے پہلے ہی دو قولوں پر اکتفاء کیا ہے اور تیسرے کے بیان سے خاموشی اختیار رکھی ہے، کیونکہ شیعہ کے خلاف کو لائق اعتناء

Marfat.com

معروف، وقد تقرر فی علوم الحدیث انه لا یقبل تفرده بالصحیح.

ثم ان الذهبی فی "مختصر المستدرك" لما اورد هذا الحدیث و نقل قول الحاکم: صحیح، قال عقبه قلت: لا والله! فعثمان بن عمیر ضعفه الدارقطنی فبین الذهبی ضعف الحدیث وحلف علیه یمینا شرعیا. واذا لم یکن فی المسالة الا احادیث ضعیفة کان للنظر فی غیرها مجال.

الامر الرابع فیما ننتصر به لهذا المسلك انه قد ثبت عن جماعة کانوا فی زمن الجاهلیة انهم حنفوا وتدینوا بدین ابراهیم علیه السلام وترکوا الشرك، فما المانع ان یکون ابوا النبی صلی الله علیه وآله وسلم سلکوا سبیلهم فی کل ذلك! وقال الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی فی "التلقیح"[1]: تسمیة من رفض عبادة الاصنام فی الجاهلیة: ابو بکر الصدیق، زید بن عمرو بن نفیل، عبد الله بن جحش، عثمان بن الحویرث ورقه بن نوفل، رباب بنت البراء، اسعد بن کریب الحمیری، قس بن ساعدة الایادی، ابو قیس بن صرمة - انتهی. وقد وردت الاحادیث بتحقیق زید بن عمرو بن نفیل وورقة وغیرهما، وقد روی ابن اسحاق و اصله فی الصحیح تعلیقا عن اسماء بنت ابی بکر رضی الله عنهما قالت: لقد رایت زید بن عمرو بن نفیل مسندا ظهره الی الکعبة یقول: یا معشر قریش! ما اصبح منکم احد علی دین ابراهیم غیری، ثم

---

[1] اسمه "تلقیح فهوم الاثرة فی التاریخ والسیرة" لابی الفرج عبد الرحمن ابن علی ابن الجوزی البغدادی المتوفی سنة سبع وتسعین وخمس مائة، وهو کتاب علی اسلوب "المعارف" لابن قتیبة، بین فیها اصناف الصحابة و الصحابیات والتابعین بذکر اسمائهم، کما فی "کشف الظنون".

اور حضرت سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کے پاس انکی موت کے وقت تشریف لے گئے۔ انکے پاس ابوجہل اور ابن ابی امیہ بیٹھا ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا اے چچا کہدو لا الٰہ الا اللہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے کلمہ کی شہادت دیدوں گا۔ اس پر ابوجہل اور ابن ابی امیہ نے ابوطالب سے کہا، کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے پھرتے ہو؟ ابوطالب نے کہا میں عبدالمطلب کی ہی ملت پر ہوں۔ سہیلی فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث مقتضی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا۔ فرماتے ہیں، لیکن میں نے کتاب "المسعودی" کے کچھ حصہ میں حضرت عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے۔ اس میں ایک قول یہ ہے کہ انکا انتقال اسلام پر ہوا۔ جو وقت میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کچھ دلائل کو دیکھا، تو معلوم ہوا کہ وہ صرف توحید پر تھے، واللہ اعلم

علاوہ بریں "مسند البزار" اور کتاب "النسائی" میں ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں نے قوم انصار کی عزت افزائی کی ہے شاید کہ مہاجرین کو کوئی کدورت انکے ساتھ ہو جائے۔ انھوں نے عرض کیا نہیں اگر انھیں ان کے ساتھ کدورت ہوتی تو آپ جنت میں نہ دیکھتے، حتیٰ کہ آپ نے دادا (حضرت عبدالمطلب) کو بھی جنت میں دیکھا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، لیکن اس میں "حتی یراھا جد ابیك" کا ذکر نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ الفاظ حدیث میں جد ابیك ہے "جدك" نہیں کہا گیا، اس سے اس ضعیف حدیث کی تقویت ہوتی ہے جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ماں باپ کو زندہ فرمایا اور آپ پر ایمان لائے، واللہ اعلم - فرماتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے انھیں

Marfat.com

يقول: اللهم! لو اعلم احب الوجود اليك عبدتك به ولكننى لا اعلم.

قلت: ويؤيد هذا ما تقدم فى المسلك الاول انه لم يبق اذ ذاك من يبلغ الدعوة ويعرف حقيقتها على وجهها. واخرج ابونعيم فى "دلائل النبوة" عن عمرو بن عبسة السلمى قال: رغبت عن آلهة قومى فى الجاهلية ورايت انها الباطل يعبدون الحجارة. اخرج البيهقى وابونعيم كلاهما فى "الدلائل" من طريق الشعبى عن شيخ من جهينة: عن عمرو بن حبيب ادرك الاسلام. وقال امام الاشاعرة الشيخ ابو الحسن الاشعرى: وابوبكر ما زال بعين الرضا منه، فاختلف الناس فى مراده بهذا الكلام فقال بعضهم: ان الاشعرى يقول: ان ابابكر الصديق كان مؤمنا قبل البعثة، وقال آخرون: بل اراد انه لم يزل بحالة غير مغضوب فيها عليه لعلم الله تعالى بانه سيؤمن ويصير من خلاصة الابرار. وقال الشيخ تقى الدين السبكى: لو كان هذا مراده لاستوى الصديق وسائر الصحابة فى ذلك، وهذه العبارة التى قالها الاشعرى فى حق الصديق لم يحفظ عنه فى حق غيره؛ فالصواب ان يقال: لم يثبت عنه حالة كفر بالله فلعل حاله قبل البعث كحال زيد بن عمرو بن نفيل واقرانه فلهذا اخصص الصديق بالذكر عن غيره من الصحابة. انتهى كلام السبكى. قلت: وكذلك نقول فى حق ابوى النبى صلى الله عليه وآله وسلم: انهما لم يثبت عنهما حالة كفر بالله فلعل حالهما كحال زيد بن عمرو بن نفيل وابى بكر الصديق واضرابهما، مع ان الصديق وزيد بن عمرو انما حصل لهما التحنيف فى الجاهلية ببركة النبى صلى الله عليه وآله وسلم فانهما كانا صديقين له قبل البعثة

ڈرانا مقصود ہو، اسلیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا حق ہے۔ اور ان کا انکے ساتھ کہ "ہمیشہ دائمی جہنم کو واجب نہیں کرتا۔" یہ سب سہیلی کا کام تھا۔

اور امام شہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کا کچھ اظہار حضرت عبدالمطلب کی پسندیدہ خصلتوں میں ظاہر تھا۔ اور اسی نور کی برکت سے اپنے فرزند کی قربانی میں نذر کا الہام ہوا، اور اسی کی برکت تھی کہ وہ اپنے فرزند کو ظلم و سرکشی کے چھوڑنے کی تلقین فرماتے، اور انھیں مظلوم اخلاق پر ابھارتے تھے۔ اور اسی نورِ مبارک کی برکت کی بنا پر وہ اپنی وصیتوں میں فرماتے تھے کہ کوئی شخص ہرگز ظالم بنکر دنیا سے نہ جائے، یہانتک کہ اُس سے اسکا بدلہ دلایا جائے، اور اُسے اسکی سزا ملے۔ یہانتک فرماتے کہ اگر کوئی شخص مظلوم مارا گیا، اُس پر عذاب نہ ہوگا۔ کسی نے حضرت عبدالمطلب سے اس بارے میں پوچھا، تو انھوں نے غور کرکے فرمایا، خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد ایک ایسا گھر ہے، جس میں احسان کرنے والے کو احسان کا بدلہ ملیگا، اور برائی کرنے والے کو برائی کی سزا دیجائے گی۔ اور اسی نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ انھوں نے ابرہہ سے کہا، یہ گھر خدا کا گھر ہے، وہی اسکی حفاظت فرمائے گا۔ اُنھی کے یہ اشعار ہیں جنھیں جبلِ ابوقبیس پر چڑھ کر پڑھا ہے

لاھم ان المرء یمنع — رحلہ فامنع حلالک
لا یغلبن صلیبھم — ومحالھم عدوا محالک
فانصر علی آل الصلیب — وعابدیہ الیوم آلک

مطلب یہ کہ یہ ابرہہ کے قوم کے آدمی کچھ نہیں ہیں، یہ تمہارا راستہ روکتے ہیں لہٰذا تم ایک طرف ہو جاؤ۔ محال ہے کہ یہ صلیب پرست دشمن غلبہ پاسکیں، ان صلیب پرستوں کی ہلاکت کیلیے خدا سے دعا مانگو۔ آجتک تمہاری نسل خانہ کعبہ کو مانتی رہی ہے۔" انتہی کلام الشہرستانی۔

Marfat.com

وکانا یودانه کثیرا فأبواه اولی بعود برکته علیهما وحفظهما مما کان علیه أهل الجاهلیة. فان قلت: بقیت عقبة واحدة وهی مارواه مسلم عن انس أن رجلا قال: یارسول الله! این ابی؟ قال: فی النار. فلما قفا دعاه فقال ان ابی وأباك فی النار، وحدیث مسلم وابی داود عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم استأذن فی الاستغفار لامه فلم یؤذن له. فاحلل هذه العقدة.

قلت: علی الرأس والعین الجواب، ان هذه اللفظة وهی قوله: ان ابی وأباك فی النار، لم یتفق علی ذکرها الرواة، وانما ذکرها حماد بن سلمة عن ثابت عن انس وهی الطریق التی رواه مسلم منها وقد خالفه معمر عن ثابت فلم یذکر: ان ابی وأباك فی النار، ولکن قال له: اذا مررت بقبر کافر فبشره بالنار.

وهذا اللفظ لا دلالة فیه علی والده صلی الله علیه وآله وسلم بامر البتة وهو اثبت من حیث الروایة فان معمرا اثبت من حماد، فان حمادا تکلم فی حفظه ووقع فی احادیثه مناکیر، ذکروا ان ربیبه دسها فی کتبه، وکان حماد لا یحفظ فحدث بها فوهم فیها، ومن ثم لم یخرج له البخاری شیئا ولا خرج له مسلم فی الاصول الا من روایة عن ثابت. قال الحاکم فی "المدخل": ما خرج مسلم لحماد فی الاصول الا من حدیثه عن ثابت، وقد خرج له فی "الشواهد" عن طائفة، واما معمر فلم یتکلم فی حفظه ولا استنکر شیء من حدیثه، واتفق علی التخریج له الشیخان فکان لفظه اثبت. ثم وجدنا الحدیث ورد من حدیث سعد بن ابی وقاص بمثل لفظ روایة معمر عن ثابت عن انس، فاخرج البزار و

Marfat.com

سیاقِ کلام کا اقتضا ہے کہ اسے بھی ذکر کر دیا جائے جسے ابنِ سعد نے "الطبقات" میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ پہلے قتل کی دیت دس اونٹ تھی، حضرتِ عبدالمطلب وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے جان کی دیت سو اونٹ اسکے بعد تمام قریش و عرب میں سو اونٹ کا حکم پھیل گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا۔ اور غزوۂ حنین کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرتِ عبدالمطلب کی طرف منسوب فرما کر ارشاد فرمایا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب ؛ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

میں نبی ہوں، جھوٹ نہیں ہے ؛ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں

یہ روایت، امام فخرالدین رازی کے کلام کو اور زیادہ قوی بناتی ہے، اور ان کے کلام کو بھی قوی کرتی ہے جو اسکے موافق ہیں۔ اسلیے کہ احادیث میں کفار والدین کی طرف نسبت کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

امام بیہقی "الشعب" میں اُبی ابن کعب، اور معاذ ابنِ جبل کی حدیث سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں دو شخصوں نے اپنی نسبتوں کا ذکر کیا۔ ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں، دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اسی طرح) دو شخصوں نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں اپنی نسبتوں کا ذکر کیا، ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور نو پشتوں تک گِنایا، اور دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں مسلمان ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ان دونوں نسبتوں کے بیان کرنے والوں سے فرما دو کہ اے نسبت کرنے والے تو نے اپنی نسبت نو تک گنائی، وہ تیرے نو باپ جہنم میں ہیں، دسواں تو بھی جہنم میں ہے۔ اور اے نسبت کرنے والے تو نے اپنے آپ کو دو تک منسوب کیا، اب تو تیسرا بھی جنت میں ہے۔" امام بیہقی نے اس میں، بروایت

الطبرانی والبیهقی من طریق ابراهیم بن سعد عن الزهری عن عامر بن سعد[1] عن ابیه: ان اعرابیا قال لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: این ابی؟ قال: فی النار، قال: فاین ابوك؟ قال: حیثما مررت بقبر کافر فبشره بالنار. وهذا اسناد علی شرط الشیخین، فتعین الاعتماد علی هذا اللفظ وتقدیمه علی غیره. وقد زاد الطبرانی والبیهقی فی آخره قال: فأسلم الاعرابی بعد، فقال: لقد کلفنی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تعبا، ما مررت بقبر کافر الا بشرته بالنار. وقد اخرج ابن ماجه من طریق ابراهیم بن سعد عن الزهری عن سالم[2] عن ابیه قال: جاء اعرابی الی النبی صلی الله علیه وآله وسلم فقال: یا رسول الله! ان ابی کان یصل الرحم وکان وکان فاین هو؟ قال: فی النار. قال: فکانه وجد من ذلك، فقال: یا رسول الله! فاین ابوك؟ قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: حیثما مررت بقبر مشرك فبشره بالنار، فاسلم الاعرابی بعد، فقال: لقد کلفنی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تعبا، ما مررت بقبر کافر الا بشرته بالنار.

فهذه الزیادة اوضحت بلاشك ان هذا اللفظ العام هو الذی صدر منه صلی الله علیه وآله وسلم ورآه الاعرابی بعد اسلامه امرا مقتضیا

---

[1] فی "خلاصة تذهیب التهذیب": عامر بن سعد بن ابی وقاص الزهری المدنی عن ابیه وعثمان والعباس رضی الله عنهم، وعنه ابنه داود والزهری. قال ابن سعد: کان ثقة کثیر الحدیث. قال الواقدی: مات سنة اربع ومائة رحمة الله علیه.

[2] هو سالم بن عبدالله بن عمر العدوی المدنی الفقیه احد الفقهاء السبعة، روی عن ابیه وابی هریرة ورافع بن خدیج وعائشة رضی الله عنهم. قال ابن اسحاق: اصح الاسانید کلها: الزهری عن سالم عن ابیه. مات سنة ست ومائة علی الاصح. کذا فی الخلاصة.

Marfat.com

ابی ریحانہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا جس نے عزت و شرافت جتلانے کیلیے اپنے نو کافر باپوں کی طرف نسبت کریں، اب وہ دسواں بھی جہنمی ہے۔ اور امام بیہقی نے اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانو! زمانہ جاہلیت میں مرنے والے اپنے کافر والدین پر فخر نہ کرو۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جبکہ اُس کی ناک خاک آلود ہو جائے، وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے اُن باپوں پر فخر کرے جو جاہلیت میں مر چکے ہیں۔ اور امام بیہقی نے اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالٰی نے جاہلیت کے غرور اور باپوں کے تفاخر سے تمہیں نکالا ہے، تاکہ تم فخر کرنے والوں کی قوم سے محفوظ رہو، کیونکہ وہ جہنم کی آگ کے ایندھن ہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالٰی پر زیادہ آسان ہے کہ وہ لوگ فخر پر رہیں اور اُنکے نتھنوں سے بدبو نکلے" اس معنٰی کی احادیث بکثرت ہیں، اور اس سے زیادہ وضاحت کرنے والی مسلم کی وہ حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں بیان کیا کہ میری اُمت میں جاہلیت کی چار ایسی باتیں ہیں جنہیں وہ چھوڑنے والے نہیں، اُن میں سے ایک حسب و نسب میں فخر کرنا ہے"

عقبہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص، اسکے معارضہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث لائے جس میں بنی ہاشم کی برگزیدگی کا ذکر ہے، تو اس کا جواب حلیمی نے یہ دیا ہے کہ وہ حدیث فخر کیلیے وارد نہیں ہوئی ہے، بلکہ ذکر کیے ہوئے افراد کے مراتب و منازل کی تعریف اس سے مراد ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرا باپ فقیہ ہے، تو اس سے فخر کرنا مراد نہ ہوگا، بلکہ اسکی مراد اپنے حال کی تعریف ہوگی، نہ کہ اسکے سوا کچھ اور۔ عقبہ کہتے ہیں کہ کبھی اس سے اظہار شکر کیلیے خدا کی اُن نعمتوں کی طرف اشارہ کرنا مراد ہوتا ہے، جو اسکے اوپر، اور اسکے

للامتثال فلم يتعبه الا امتثاله. ولوكان الجواب باللفظ الاول لم يكن فيه امر بشيئ البتة، فعلم ان اللفظ الاول من تصرف الراوي، رواه بالمعنى على حسب فهمه. وقد وقع في الصحيحين روايات كثيرة من هذا النمط فيها لفظ تصرف فيه الراوي وغيره اثبت منه كحديث مسلم عن انس في نفي قراءة البسملة، وقد اعله الامام الشافعي رضي الله عنه بذلك وقال: ان الثابت من طريق اخر بنفي سماعها ففهم منه الراوي نفي قراءتها فرواه بالمعنى على ما فهمه فاخطأ. ونحن اجبنا عن حديث مسلم في هذا المقام بنظير ما اجاب به امامنا الامام الشافعي رضي الله عنه عن حديث مسلم في نفي قراءة البسملة، ثم لو فرض اتفاق الرواة على اللفظ الاول كان معارضا لما تقدم من الادلة. والحديث الصحيح اذا عارضه ادلة اخرى هي ارجح منه وجب تاويله وتقديم تلك الادلة عليه كما هو مقرر في الاصول. وبهذا الجواب الاخير يجاب عن حديث عدم الاذن في الاستغفار لامه على انه يمكن فيه دعوى عدم الملازمة بدليل انه كان في صدر الاسلام ممنوعا من الصلاة على من عليه دين وهو مسلم فلعله كانت عليها تبعات غير الكفر فمنع ايضا من الاستغفار لها بسببها، والجواب الاول انقد، وهذا تاويل في الجملة.

ثم رأيت طريقا للحديث مثل لفظ رواية معمر وازيد وضوحا وذلك انه صرح فيه بان السائل اراد ان يسأل عن ابيه صلى الله عليه وآله وسلم فعدل عن ذلك تاملا وتادبا، فاخرج الحاكم في "المستدرك" وصححه عن لقيط بن عامر انه خرج وافدا الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ومعه نهيك بن عاصم بن مالك بن المنتفق، قال: فقدمنا

آباء کے اوپر ہوئے ہیں، اور یہ استطالت و فخر کچھ نہیں ہے۔ انتہیٰ

لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ مذکورہ افراد کے منازل و مراتب کی تعریف یا شکر کے طریقہ پر اپنے اور آباء پر نعمتِ الٰہی کی طرف اشارہ کرنا مراد ہے، اس سے امام فخر الدین رازی کے کلام کی تقویت ہوتی ہے کہ وہ علی العموم جاری ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ اسلیے کہ اصطفاء و برگزیدگی اُسی کے لیے خاص ہے جو توحید پر ہو۔ اور بلا شبہ حضرت عبد المطلب کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ترجیح دینا بہت دشوار ہے، اسلیے کہ بخاری کی وہ حدیث جس میں ابو جہل نے ابو طالب کو ایمان لانے سے ملّتِ عبد المطلب کے استدلال سے روکا، قوی تصادم ہے۔ اگر اسکی تاویل کے درپے ہوں، تو تاویل قریب نہیں پائی جاتی۔ رہی تاویلِ بعید، تو اُسے اہلِ اصول تسلیم نہیں کرتے اسی بناء پر امام بیہقی نے دلائل میں تصادم کو دیکھا، اور ترجیح پر قدرت نہ پائی تو توقف کیا۔ فواللہ اعلم

مسئلہ توقف مناسب ہے کہ چھٹے قول کو بھی بیان کر دیا جائے جو کہ توقف ہے اور لبا اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ مجھے جب حدیث کی تاویل میں دو دو کی وجہیں پیدا ہو جاتی ہیں، تو دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں (اور توقف عمل کرتا ہوں) لیکن نسائی کی حدیث میں تاویل قریب ہے، اور سہیلی نے اسکا دروازہ کھولا ہے اگرچہ وہ پورا نہ کر سکے۔ البتہ معارضۂ قویہ کے باوجود حضرتِ عبد اللہ کی جانب ترجیح آسان ہے، وہ مسلم کی حدیث ہے۔ اسلیے کہ سہیلی نے جو کچھ کہا ہے، وہ انتہائی اور جلی تاویل قریب ہے، اور تاویل کی جانب، ترجیح پر دلائل قائم کیے ہیں۔ لہٰذا اُسے اختیار کرنا آسان ہے، واللہ اعلم۔

پھر یہ کہ میں نے امام ابو الحسن ماوردی رحمۃ اللہ کا وہ ارشاد دیکھا ہے، جو انھوں نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کے کلام کی طرف کیا ہے، مگر وہ اتنا صریح نہیں ہے جتنا انھوں نے اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں صراحتاً فرمایا ہے

المدينة لانسلاخ رجب فصلينا معه صلاة الغداة، فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الناس خطيبا. فذكر الحديث الى ان قال فقلت: يا رسول الله! هل فى احد ممن مضى منا فى الجاهلية من خير؟ فقال رجل من عرض قريش: ان اباك المنتفق فى النار، فكانه وقع بجوبين جلد وجهى ولحمى مما قال لابى على رؤوس الناس، فهممت ان اقول: وابوك يا رسول الله؟ ثم نظرت فاذى الاخرى اجمل فقلت: واهلك يا رسول الله؟ قال: ما اتيت عليه من قبر قرشى او عامرى مشرك فقل: ارسلنى اليك محمد فابشرك بما يسوءك.

هذه رواية لا اشكال فيها، وهى اوضح الروايات وابينها تقريبا، وما المانع ان يكون قول السائل: فاين ابوك؟ وقوله صلى الله عليه وآله وسلم فى حديث انس: ان ابى، ان ثبت المراد به عمه ابو طالب لا ابوه عبد الله كما قال بذلك الامام فخر الدين فى ابى ابراهيم انه عمه، وقد تقدم نقله عن ابن عباس رضى الله عنهما ومجاهد وابن جريج والسدى. و يوضحه ههنا امران: الامر الاول: ان اطلاق ذلك على ابى طالب كان شائعا فى زمن النبى صلى الله عليه وآله وسلم، ولهذا كانوا يقولون له: قل لابنك يرجع عن شتم الهتنا. وقال لهم ابو طالب مرة - لما قالوا له: اعطنا ابنك نقتله ونحن هذا الولد مكانه -: اعطيكم ابنى تقتلونه وآخذ ابنكم اكفله لكم! ولما سافر ابو طالب الى الشام ومعه النبى صلى الله عليه وآله وسلم نزل له بحيراء فقال له:

(وہ کہتے ہیں کہ) جبکہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء، اُسکے بندوں کی اعلیٰ خصلت، اور اُسکی مخلوق میں بہترین صفت وافضلیت پر ہوتے ہیں، اور جب بھی انھیں حقوقِ الٰہی قایم کرنے اور لوگوں کی ہدایت کرنے پر مقرر فرمایا جاتا ہے، تو لوگوں کے معزز ومکرم ترین عناصر میں سے اُنھیں منتخب کر کے محکم اوامر کے ساتھ انھیں برگزیدہ فرمایا جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص بھی اُنکے نسب پر اعتراض اور اُنکے منصب پر جرح نہیں کر سکتا، تاکہ قلوب خمیدہ اور جانیں اُنکے آگے بہت زیادہ جھک جائیں اسی بناء پر لوگ اُنکی دعوت کو قبول کرنے میں جلدی کرتے، اور اُنکے احکام کی خوب فرمانبرداری کرتے رہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکیزہ نکاحوں سے منتقل فرمایا، اور فواحش کی پلیدی سے آپ کو محفوظ رکھا، اور اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ کی طرف آپ کو منتقل فرماتا رہا۔

بلاشبہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ :-

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ | اور آپ کو سجدہ کرنیوالوں میں منتقل کرتا رہا

کی تفسیر وتاویل میں فرماتے ہیں کہ اس ارشادِ باری کا مطلب یہ ہے کہ اصلابِ طاہرہ یعنی ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف منتقل فرماتا رہا، یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اُمت کا نبی بناکر بھیجا۔ لہٰذا نورِ نبوّت آپ کے آباء کرام میں ظاہر رہا پھر یہ کہ حضور کی ولادت کے وقت تک والدین کی جانب سے آپ کے کسی بھائی بہن نے بھی شرکت نہیں کیا، یہ اسلیے کہ ان دونوں کی صفت بھی آپ کی طرف منسوب ہوسکتی ہے، اور انکے نسب کا قصور بھی آپ پر عائد ہوسکتا ہے۔ تاکہ آپ نسب کے ساتھ ایسے خاص ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کیلیے انتہا، اور ہمیشگی کے لیے نہایت قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس نسب میں جو بھی آپ کا شریک ومماثل ہو اُسے بھی اس سے دور رکھا گیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو آپ کی صغر سنی میں ہی وفات دیدی۔ چنانچہ آپ کے والدِ ماجد کا انتقال آپ کے

Marfat.com

ما هذا منك؟ قال: هو ابني، فقال: ما ينبغي هذا الغلام ان يكون ابوه حيا. فكانت تسمية ابي طالب ابا للنبي صلى الله عليه وآله وسلم شائعة عندهم لكونه عمه وكونه رباه وكفله من صغره، وكان يحوطه ويحفظه وينصره، فكان مظنة السؤال عنه. والأمر الثاني: انه وقع في حديث شبه هذا ذكر ابي طالب في "دلائل المقصد"، أخرج الطبراني عن ام سلمة ان الحارث بن هشام اتى النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم حجة الوداع فقال: يا رسول الله! انك تحث على صلة الرحم والاحسان الى الجار وايواء اليتيم واطعام الضعيف واطعام المسكين وكل هذا كان يفعله هشام ابن المغيرة، فما ظنك به يا رسول الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: كل قبر لا يشهد صاحبه ان لا اله الا الله فهو جذوة من النار، وقد وجدت عمي ابا طالب في طمطام من النار، فاخرجه الله لمكانه مني واحسانه الى فجعله في ضحضاح من النار.

تنبيه

قد استراح جماعة من هذه الاجوبة كلها واجابوا عن الاحاديث الواردة فيهما بانها منسوخة كما اجابوا عن الاحاديث الواردة في اطفال المشركين انهم في النار، وقالوا: الناسخ لاحاديث اطفال المشركين قوله تعالى: "ولا تزر وازرة وزر اخرى". ولاحاديث الابوين قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا".

Marfat.com

دورانِ حمل میں ہوا، اور آپ کی والدۂ ماجدہ کا انتقال آپ کی چھ برس کی عمر شریف میں ہو گیا۔ اب جبکہ تمکو آپ کے نسب مبارک کا حال، اور آپ کی ولادت کی طہارت کا پتہ چل گیا ہے، تو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ آباءِ کرام کا سلسلہ کیا ہو گا۔ آپ کے آباء میں سے کوئی بھی رذیل خصلت، اور مقبوح عادت والا نہیں ہے، بلکہ سب کے سب سردار و پیشوا اور شریف النسب تھے۔ کیونکہ مقام ولادت کی طہارت، نبوت کے شرائط میں سے ہے۔" انتہیٰ کلام الماوردی۔

اور حضرت ابو جعفر نحاسی "معانی القرآن" میں بہ تحتِ آیتِ کریمہ:-

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ | اور آپ کو سجدہ کرنیوالوں میں منتقل کیا جاتا رہا

فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اصلاب میں آپ کو منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی پیدا فرمایا۔"

اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تنقل احمد نوراً عظیما | تلألأ فی جباہ السٰجدینا
تقلب فیہم قرناً فقرنا | الی ان جاء خیر المرسلینا

مطلب یہ کہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ عظیم کو منتقل کر کے سجدہ کرنیوالوں کی پیشانیوں میں چمکاتا رہا، اور اُن میں یکے بعد دیگرے بدلتا رہا یہانتک کہ خیر المرسلین تشریف لے آئے۔"

انہی نے یہ بھی کہا ہے کہ ؎

حفظ الالٰہ کرامۃ لمحمد | اٰبآءہ الامجاد صونا لاسمہ
ترکوا السفاح فلم یصبہم عارہ | من اٰدم الیٰ ابیہ و اُمہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کو محفوظ رکھا۔ آپ کے آباءِ کرام آپ کے اسمِ مبارک سے محفوظ رہے۔ انھوں نے فحاشی کو ہاتھ نہ لگایا لہٰذا کوئی عیب انھیں نہ چھو سکا۔ حضرتِ آدم (علیہ السلام) سے لیکر آپ کے والدینِ کریمین تک۔

اور امام ابو صیری صاحب قصیدہ بردہ شریف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

Marfat.com

ومن اللطائف كون الجملتين في الفريقين مقترنتين في آية واحدة متعاطفتين متناسقتين في النظم. وهذا جواب مختصر مفيد يغني عن كل جواب الا انه يتاتى على المسلك الاول دون الثاني كما هو واضح، فلهذا احتجنا الى تحرير الاجوبة عنها على المسلك الثاني

تتمة

قد ثبت في الحديث: ان اهون اهل النار عذابا ابو طالب، و انه ضحضاح من النار في رجليه نعلان يغلي منهما دماغه. وهذا يدل على ان ابوي النبي صلى الله عليه وآله وسلم ليسا في النار، لانهما لو كانا فيها لكانا اهون عذابا من ابي طالب لانهما اقرب منه مكانا وابسط عذرا لانهما لم يدركا البعثة ولا عرض عليهما الاسلام فامتنعا بخلاف ابي طالب، وقد اخبر الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم: انه اهون اهل النار عذابا، فليس ابواه من اهلها: وهذا يسمى عند اهل الاصول دلالة الاشارة.

منصب ميدان جدلي

المجادلون في هذا الزمان كثير خصوصا في هذه المسالة و اكثرهم ليس لهم معرفة بطرق الاستدلال فالكلام معهم ضائع غير اني انظر الذي يجادل واكله بطريق يقرب من ذهنه فانه اكثر ما عنده ان يقول: الذي ثبت في صحيح مسلم يدل على خلاف ما تقول فان كان الذي يجادل بذلك من اهل مذهبنا شافعي المذهب اقول له:

Marfat.com

کیف ترقی رقیک الانبیاء | یا سماء ما طاولتہا سماء
لم یساووک فی علاک وقد | حال سنا منک دونہم وسناء
انما مثلوا صفاتک للناس کما مثل النجوم الماء
انت مصباح کل فضل فما | تصدر الا عن ضوئک الاضواء
لک ذات العلوم من عالم الغیب ومنہا لآدم الاسماء
لم تزل فی ضمائر الغیب یختار لک الامہات والآباء
ما مضت فترۃ من الرسل الا | بشرت قومہا بک الانبیاء
تتباہی بک العصور وتسمو | بک علیاء بعدہا علیاء
وبدا للوجود منک کریم | من کریم آباؤہ کرماء
نسب تحسب العلی بحلاہ | قلدتہا نجومہا الجوزاء
ومنہا فہنیئا بہ لآمنۃ الفضل الذی شرفت بہ حواء
من لحواء انہا حملت احمد | او انہا بہ نفساء
یوم نالت بوضعہ ابنۃ وھب | من فخار ما لم تنلہ النساء
واتت قومہا بافضل مما | حملت قبل مریم العذراء

فائدہ ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی میرے والد نے انھوں نے موسیٰ بن ایوب نصیبی سے، انھوں نے حمزہ سے، وہ عثمان بن عطاء سے وہ اپنے والد سے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرتِ آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس ۴۹ آباء ہیں۔

تیسرے امر میں وہ اثر ہے جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص طور پر وارد ہے۔

ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں بسندِ ضعیف بروایتِ زہری از اُمِ سماعہ بنت ابی رہم وہ اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ

Marfat.com

قد ثبت في صحيح مسلم انه صلى الله عليه وآله وسلم لم يقرأ في الصلاة "بسم الله الرحمن الرحيم" وانت لا تصح الصلاة بدون البسملة. وثبت في الصحيح انه صلى الله عليه وآله وسلم قال: انما جعل الامام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه فاذا ركع فاركعوا واذا رفع فارفعوا، واذا قال: سمع الله لمن حمده فقولوا: ربنا لك الحمد، واذا صلى جالسا فصلوا جلوسا اجمعون: وانت اذا قال: سمع الله لمن حمده. تقول: سمع الله لمن حمده مثله، واذا صلى جالسا بعذر وانت قادر تصلي خلفه قائما لا جالسا. وثبت في الصحيحين في حديث التيمم: انما يكفيك ان تقول بيديك هكذا ثم ضرب بيده ضربة واحدة ومسح الشمال على اليمين وظاهر كفيه ووجهه، وانت لا تكتفي في التيمم بضربة واحدة ولا بالمسح الى الكوعين، فكيف خالفت الاحاديث التي ثبتت في الصحيحين او احدهما؟ فلابد ان كانت عنده رائحة من العلم ان يقول: قامت ادلة اخرى معارضة لهذه فقدمت عليها، فاقول له: وهذه امثلة لا يحتج عليه الا بهذه الطريقة فانها ملزمة له ولامثاله. فان كان المجادل مالكي المذهب اقول له: قد ثبت في الصحيحين: المتبايعان بالخيار ما لم يتفرقا، وانت لا تثبت خيار المجلس. وثبت في صحيح مسلم: انه صلى الله عليه وآله وسلم توضأ ولم يمسح كل راسه، وانت توجب في الوضوء مسح كل الراس، فكيف خالفت ما ثبت في الصحيح؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة له فقدمت عليه، فاقول له: وهذا امثله.

وان كان المجادل حنفي المذهب اقول له: قد ثبت في الصحيحين: اذا ولغ الكلب في اناء احدكم فليغسله سبعا، وانت لا تشترط في النجاسة

صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی اُس بیماری میں جس میں اُنکی وفات ہوئی، موجود تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سال کی عمر کے بچے، اُنکے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے اُنکے چہرہ پر نظر ڈالکر کہا ؎

بارك فيك الله من غلام	يا ابن الذى من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام	فودى غداة الضراب بالهام
بمائة من ابل سوام	ان صح ما ابصرت فى المنام
فانت مبعوث الى الانام	من عند ذى الجلال والاكرام
تبعث فى الحل وفى الحرام	تبعث بالتحقيق والاسلام
دين ابيك البر ابراهام	فالله ينهاك عن الاصنام

ان لا توا ليها مع الاقوام

اسکے بعد فرماتی ہیں، ہر جینے والی کے لیے موت ہے، ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے، اور ہر بوڑھے کے لیے فنا ہے، اور میں بھی مرنے والی ہوں، اور میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بلاشبہ میں نے بہتر کو چھوڑا، اور پاکیزہ بچہ تولد کیا ہے۔ اسکے بعد وہ انتقال فرما گئیں۔ اور ہم اُن پر جنات کے رونے کی آواز سنتے تھے، اُن کے کچھ اشعار ہم نے یاد کر لیے ؎

نبكى الفتاة البرة الامينه	ذات الجمال العفة الرزينه
زوجة عبد الله والقرينه	اُمّ نبى الله ذى السكينه
وصاحب المنبر فى المدينه	صارت لدى حفرتها رهينه

یعنی ہم اس نوجوان، نیکوکار، امانتدار، حسن و جمال کی پیکر، صاحبِ عفت و عظمت جو حضرتِ عبداللہ کی زوجہ، اللہ کے نبی صاحبِ سکینہ، مدینۂ منورہ میں منبر و محراب کے مالک کی والدۂ ماجدہ کی رحلت پر روتے ہیں جو اب اپنی قبر کے گوشہ میں اقامت گزیں ہوں گی۔

Marfat.com

الكلبية سبعا. وثبت فی الصحيحين: لاصلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب، وانت تصحح الصلاة بدونها. وثبت فی الصحيحين: ثم ارفع حتى تعتدل قائما، وانت تصحح الصلاة بدون الطمانينة فی الاعتدال. وصح فی الحديث: اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا، وانت لا تعتبر القلتين. وصح فی الصحيحين: انه صلى الله عليه وآله وسلم باع المدبر، وانت لا تقول ببيع المدبر، فكيف خالفت هذه الاحاديث الصحيحة؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة لها فقدمت عليها، فاقول له: وهذا مثله.

وان كان المجادل حنبلی المذهب اقول له: قد ثبت فی الصحيحين من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم، وثبت فيهما: لاتقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين، وانت تقول بصيام يوم الشك فكيف خالفت ما ثبت فی الصحيحين؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة له فقدمت عليه، فاقول له: وهذا مثله. هذا اقرب بالقرب به لاذهان الناس اليوم. وان كان المجادل ممن يكتب الحديث ولا فقه عنده يقال له: قد قالت الاقدمون: المحدث بلا فقه كعطار غير طبيب، فالادوية حاصلة فی دكانه ولا يدری لماذا تصلح، و الفقيه بلا حديث كطبيب ليس بعطار يعرف ما يصلح له الادوية الا انها ليست عنده. وانی بحمد الله قد اجتمع عندی الحديث والفقه والاصول وسائر الالات من العربية والمعانی والبيان وغير ذلك؛ فانا اعرف كيف اتكلم، وكيف اقول، وكيف استدل وكيف ارجح. اما انت يا اخی!. وفقنی الله واياك. فلا يصلح

تم نے دیکھ لیا کہ حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ کلام، بتوں اور بت پرست قوموں کی ممانعت میں کتنا صریح ہے، اور دینِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے، اور یہ کہ انکے فرزند، رب العزت ذی الجلال والاکرام کے پاس سے لوگوں کی طرف اسلام کے ساتھ مبعوث ہونگے۔ یہ تمام الفاظ شرک کے منافی ہیں۔ اور ان کا قول "تبعث بالتحقیق" ایسا ہی اس نسخہ میں ہے، لیکن میرے پاس قلمی نسخہ ہے اُس میں "بالتخفیف" ہے۔

پھر یہ کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی امہات کی جستجو کی، تو ان سب کو مومن پایا، چنانچہ سیدنا اسحاق وموسیٰ وہارون وعیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں، اور حوا، اُمِ شیث علیہ السلام کا ذکر تو قرآنِ کریم میں ہے، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی بھی تھیں۔ اور احادیث میں حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ، اور حضرتِ یعقوب علیہ السلام کی والدہ اور انکی اولاد کی مائیں، اور داؤد وسلیمان زکریا ویحییٰ، شمویل وشمعون اور ذی الکفل علیہم السلام کی ماؤں کا ایماندار ہونا مذکور ہے۔ اور بعض مفسرین نے اُمِ نوح اور اُمِ ابراہیم علیہما السلام کے ایمان کی بھی تصریح کی ہے۔ اور اسے ابنِ حبان نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی والد کافر نہ تھا، اسی وجہ سے انھوں نے دعا کی :۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا	اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے گھر میں مسلمان داخل ہو بخشدے

اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی :۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ	اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قایم ہو بخشدے

Marfat.com

لك ذلك لانك لا تدري الفقه ولا الاصول ولا شيئا من الالات والكلام في الحديث، والاستدلال به ليس بالهين ولا يحل الاقدام على التكلم فيه لمن لم يجمع هذه العلوم، فاقتصر على ما اتاك الله وهو انك اذا سئلت عن حديث تقول: ورد او لم يرد، وصححه الحفاظ او حسنوه او ضعفوه؛ لا يحل لك في الافتاء سوى هذا القدر وخل ما عدا ذلك لاهله

لا تحسب المجد تمرا انت آكله ∴ لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبرا

وثم امر آخر اخاطب به كل ذي مذهب من مقلدي المذاهب الاربعة، وذلك ان مسلما روى في صحيحه عن ابن عباس رضي الله عنهما: ان طلاق الثلاث كان يجعل واحدة في عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وابي بكر وصدرا من امارة عمر رضي الله عنهما. فاقول لكل طالب علم: هل تقول انت بمقتضى هذا الحديث: ان من قال لزوجته: انت طالق ثلاثا، تطلق واحدة فقط؟ فان قال: نعم، اعرضت عنه، وان قال: لا، اقول له: فكيف تخالف ما ثبت في صحيح مسلم؟ فان قال: لها معارض! اقول له: فاجعل هذا مثله. والمقصود من سياق هذا كله انه ليس كل حديث في صحيح مسلم يقال بمقتضاه لوجود المعارض له.

المسلك الثالث

ان الله احيا له ابويه حتى امنا به، وهذا المسلك مال اليه طائفة كبيرة من حفاظ المحدثين وغيرهم، منهم: ابن شاهين[1] والحافظ ابو بكر

---

[1] هو ابو حفص عمر بن شاهين البغدادي الواعظ المتوفى سنة خمس وثمانين وثلاث مائة - رحمه الله تعالى، كذا في "كشف الظنون".

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن میں استغفار سے خاص طور پر اپنے اَبْ یعنی چچا آذر کے لیے زبان روکی، نہ کہ والدہ کے لیے، لہٰذا یہ دلالت ہے اس پر کہ وہ مومنہ تھیں۔

اور حاکم نے "المستدرک" میں صحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا، تمام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے مگر بارہ نبی۔ یعنی حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، سیدنا محمد، حضرت آدم، حضرت شیث، صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین۔

اور بنی اسرائیل سب کے سب مومن تھے، ان میں کوئی کافر نہ تھا، یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، تو اُن کے ساتھ کفر کیا جسے کفر کرنا تھا۔ لہٰذا تمام انبیاء بنی اسرائیل کی مائیں سب کی سب مومنہ تھیں۔ نیز اکثر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی اولاد یا اُنکی اولاد کی اولاد نبی ہوتی تھی، کیونکہ نبوت اُسکے اسباط میں نسلاً بعد نسلٍ ہوتی تھی، جیسا کہ اُنکی مشہور خبروں میں ہے۔

لیکن مذکورہ دس انبیاء غیر بنی اسرائیل علیہم السلام! تو ان میں سے اُمِّ نوح اُمِّ ابراہیم، اُمِّ اسمٰعیل، اُمِّ اسحاق اور اُمِّ یعقوب علیہم السلام کا ایمان یقیناً ثابت ہے۔ باقی رہیں اُمِّ ہود، اُمِّ صالح، اُمِّ لوط اور اُمِّ شعیب علیہم السلام کا ایمان! تو اسکے انکار کیلیے نقل یا دلیل کی حاجت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا بھی ایماندار ہونا ظاہر ہے لہٰذا اسی طرح نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایماندار ہونا ہے۔ اور اس میں بھید یہ تھا کہ وہ نورِ مصطفیٰ کو دیکھتی تھیں، اور یہ حدیث میں وارد ہے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّی عِنْدَ اللہِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ یعنی یقیناً میں اللہ تعالیٰ کے حضور

Marfat.com

الخطیب البغدادی والسہیلی والقرطبی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین ابن المنیر وغیرہم، واستدلوا لذلک بما اخرجہ ابن شاہین فی "الناسخ والمنسوخ" والخطیب البغدادی فی "السابق واللاحق" والدارقطنی و ابن عساکر کلاہما فی "غرائب مالک" بسند ضعیف عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع فمر بی علی عقبۃ الحجون وھو باک حزین مغتم فنزل فمکث عنی طویلا ثم عاد الی وھو فرح متبسم، فقلت لہ، فقال: ذھبت بقبر امی فسألت اللہ ان یحییہا فاحیاھا فامنت بی وردھا اللہ۔

ھذا الحدیث ضعیف باتفاق المحدثین بل قیل: انہ موضوع، لکن الصواب ضعفہ لا وضعہ، وقد الفت فی بیان ذلک جزءا مفردا۔ واورد السہیلی فی "الروض الانف" بسند قال: ان فیہ مجہولین عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سأل ربہ ان یحیی ابویہ فاحیاھما لہ فامنا بہ ثم اماتہما۔

وقال السہیلی بعد ایرادہ: اللہ قادر علی کل شئ ولیس تعجز رحمتہ وقدرتہ عن شئ، ونبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اھل ان یختص بما شاء من فضلہ وینعم علیہ بما شاء من کرامتہ۔

وقال القرطبی: لا تعارض بین حدیث الاحیاء وحدیث النھی عن الاستغفار، وان حدیث احیائہما متاخر عن الاستغفار لہما بدلیل حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا: ان ذلک کان فی حجۃ الوداع، ولذلک جعلہ ابن شاہین ناسخا لما ذکر من الاخبار۔ وقال العلامۃ ناصر الدین بن المنیر المالکی فی کتاب

خاتم النبیین تھا، درآنحالیکہ حضرت آدم مٹی کے خمیر میں تھے - اور عنقریب میں تمہیں اس بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اور انکی والدہ کا وہ خواب جو انھوں نے دیکھا، بیان کرونگا -
اسی طرح تمام نبیوں کی مائیں دیکھتی تھیں - اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ نے ولادت کے وقت وہ نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے - اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ نے حالتِ حمل و ولادت میں بکثرت نشانیاں دیکھیں، اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تمام امّہات کو دیکھا جیسا کہ اس بارے میں "کتاب المعجزات" میں خبریں ہمیں سیراب کرتی ہیں -
اور بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کسی دودھ پلانیوالی کا دودھ نہ پیا مگر یہ کہ وہ اسلام لے آئی - کہا ہے کہ آپ کو دودھ پلانے والیاں چار تھیں - ایک آپ کی والدہ، دوسری حضرتِ حلیمہ سعدیہ، تیسری ثویبہ چوتھی حضرتِ امّ ایمن (رضی اللہ عنہن) انتہیٰ -

اعتراض اب اگر تو یہ کہے کہ اُن احادیث کا تم کیا کروگے، جو انکے کفر پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ نار میں ہیں - وہ حدیث یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَیْتَ شِعْرِی مَا فَعَلَ اَبَوَایَ" (ہائے افسوس میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا-) اس پر یہ آیت اتری وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ (جہنمیوں کے بارے میں آپ نہ پوچھیں) - اور ایک حدیث یہ ہے کہ "استغفار نہ کیجیے" اور ایک حدیث یہ ہے کہ "انکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ الآیہ (نبی اور ایمانداروں کیلیے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کیلیے استغفار کریں) - اور ایک حدیث یہ ہے کہ نبی کو ودرت نہیں تم دونوں کی ماں آگ میں ہے" لہٰذا دونوں پر یہ شاق گزرا - پھر آپ نے

"المقتفى فى شرف المصطفى": قد وقع لنبينا صلى الله عليه وآله وسلم احياء الموتى نظيرما وقع لعيسى ابن مريم - الى ان قال: وجاء فى حديث ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم لما منع من الاستغفار للكفار دعا الله ان يحيى له ابويه فاحياهما فامنابه وصدقا وماتا مؤمنين.

وقال القرطبى: فضائل النبى صلى الله عليه وآله وسلم لم تزل تتوالى وتتتابع الى حين مماته فيكون هذا مما فضله الله به و اكرمه، قال: وليس احياؤهما وايمانهما به الممتنع عقلا وشرعًا.

وقد ورد فى القرآن احياء قتيل بنى اسرائيل واخباره بقاتله، و كان عيسى عليه السلام يحيى الموتى، وكذلك نبينا صلى الله عليه وآله وسلم احيا الله على يديه جماعة من الموتى؛ قال: واذا ثبت هذا فما يمتنع من ايمانهما بعد احيائهما زيادة فى كرامته وفضيلته.

وقال الحافظ فتح الدين ابن سيد الناس فى سيرته بعد ذكر قصة الاحياء والاحاديث الواردة فى التعذيب: وذكر بعض اهل العلم فى الجمع بين الروايات ما حاصله ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم لم يزل راقيا فى المقامات السنية صاعدا فى الدرجات العلية الى ان قبض الله روحه الطاهرة اليه وازلفه بما خصه لديه من الكرامات حين القدوم عليه، فمن الجائز ان يكون هذه درجة حصلت له صلى الله عليه وآله وسلم بعد ان لم تكن وان يكون الاحياء والايمان متاخرا عن تلك الاحاديث فلا تعارض. انتهى.

وقد اشار بعض العلماء الى ذلك فقال بعد ايراده خبر

Marfat.com

دعا کی اور فرمایا میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے"۔

جواب:- میں اسکے جواب میں کہتا ہوں کہ جو روایتیں بیان کی گئی ہیں، وہ زیادہ تر ضعیف ہیں، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ کے بارے میں صحیح نہیں ہیں، بجز اُس حدیث کے جس میں آپ نے استغفار کی اجازت چاہی تھی اور اجازت نہ دی گئی۔ اور مسلم کی وہ روایت بھی آپکی والدۂ ماجدہ کے حق میں صحیح نہیں ہے۔ عنقریب دونوں کا جواب آنے والا ہے۔

لیکن تمہاری بیان کردہ احادیث میں سے یہ حدیث کہ لیت شعری ما فعل ابوای فنزلت الآیۃ (ہائے افسوس میرے والدین کے بارے میں کیا ہوا، اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی) یہ روایت احادیث کی کسی معتمد کتاب میں کسی نے نقل نہیں کی۔ البتہ منقطع سند کے ساتھ تفسیر کی بعض کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے۔ اس بناء پر یہ روایت نہ قابلِ حجت ہے اور نہ لائقِ اعتناء۔

اب اگر تم واہی ولغو روایتوں کے ذریعہ ہم پر حجت قائم کرتے ہو، تو ہم بھی واہی و لغو روایتوں کے ذریعہ تم سے معارضہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "میرے پاس جبریل آئے، انھوں نے کہا آپ پر خدا اسلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کے اجداد کی ہر پشت پر آگ حرام کردی ہے جن سے آپ تشریف لائے ہیں اور ان شکموں پر بھی آگ حرام کردی ہے، جنھوں نے آپ کو اٹھایا، اور آپ کو گود میں رکھا"۔ یہ صرف معارضہ کی غرض سے واہی روایت، واہی روایت کے جواب میں نقل کردی ہے۔ ورنہ ہم اسے لائقِ التفات جانتے ہیں، اور نہ قابلِ حجت و استناد گردانتے ہیں۔

پھر یہ کہ یہ نسبت ایک اور وجہ سے بھی مردود ہے، اور اصول و بلاغت

و اسرار بیان کے لحاظ سے بھی ...

Marfat.com

حليمة وما اسداه صلى الله عليه وآله وسلم اليها حين قدمها عليه

اشعار

هذا جزاء الام عن ارضاعه لكن جزاء الله عنه عظيم
وكذلك ارجوا ان يكون لامه عن ذاك امنة بدار نعيم
ويكون احياها الاله وآمنت بمحمد فحديثها معلوم
فلربما سعدت به ايضا كما سعدت به بعد الشقاء حليم

وقال الحافظ شمس الدين محمد بن ناصر الدين الدمشقي[له] في كتابه المسمى "مورد الصادي في مولد الهادي" بعد ايراد الحديث منشدا[له] لنفسه

اشعار

حبا الله النبي مزيد فضل على فضل وكان به رؤفا
فاحيا امه وكذا ابا لايمان به فضلا لطيفا
فسلم فالقديم بذا قدير وان كان الحديث به ضعيفا

خاتمة

وجمع من العلماء لم تقو عندهم هذه المسالك فابقوا حديثي مسلم ونحوه على ظاهرها من غير عدول عنهما بدعوى نسخ ولا غيره ومع ذلك قالوا: لا يجوز لاحد ان يذكر ذلك. قال السهيلي في "الروض الانف" بعد

له المتوفى سنة اثنتين واربعين وثمان مائة. سه كذا، ولعله: منشدا. سه. كذا، والظاهر: ظاهرهما.

Marfat.com

"وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ" اور اس سے پہلی ما بعد کی تمام آیتیں یہود کے بارے میں ہیں۔ چنانچہ یہ سلسلۂ بیان، آیتِ کریمہ :-

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَ اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ○ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ الآیہ (پ۱ - سورہ بقرہ)

اے اولادِ یعقوب، یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا، اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کرونگا، اور خاص میرا ہی ڈر رکھو (یہاں تک یہ سلسلہ ہے کہ) اور جب ابراہیم کو اُسکے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا، تو ....

لہٰذا جسطرح یہ قصہ شروع ہوا تھا اسی طرح یہانتک قصہ ختم ہو جاتا ہے، یعنی یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سے شروع ہوتا ہے اور اسکے بعد والی آیتوں تک جاری رہ کر اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ پر پورا ہو جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ جحیم سے مراد اہلِ کتاب کے کفار ہیں۔ اور یہ بات حدیثِ مبارک میں صراحت کے ساتھ وارد ہے، جیسے عبد ابنِ حمید، فریابی، ابنِ جریر اور ابن المنذر اپنی اپنی تفسیروں میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں کہا، سورۂ بقرہ میں پہلی چار آیتیں مسلمانوں کی صفت میں ہیں، اسکے بعد دو آیتیں کافروں کے بارے میں، پھر تیرہ ۱۳ آیتیں مسلمانوں کی صفت میں، پھر چالیس ۴۰ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک بنی اسرائیل کے حالات کی طرف صحیح اشارہ کرتی ہیں" اور اسی ضمن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ سورۂ بقرہ مدنیہ ہے، اور اس میں اکثر مخاطبین یہود ہیں۔ اور مناسبت کے اعتبار سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ "جحیم" اُن لوگوں کو کہا گیا ہے، جو بڑے بڑے جہنمی ہیں جیسا کہ لغت سے اسکا اقتضا ہے۔ چنانچہ ابن حاتم، ابی مالک سے، تحت آیتِ مذکورہ نقل کرتے ہیں کہ "اصحابِ جحیم" وہ ہیں جو بڑے بڑے دوزخی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پہلا دروازہ جہنم، پھر لظیٰ، پھر حطمہ، پھر سعیر، پھر سقر، پھر جحیم، پھر ہاویہ ہے۔

Marfat.com

ایراده حدیث مسلم: ولیس لنا بحق ان نقول ذلک فی ابویه صلی الله علیه وآله وسلم لقوله: "لاتؤذوا الاحیاء بسب الاموات"؛ و قال تعالیٰ "ان الذین یوذون الله ورسوله" الآیة۔

وسئل القاضی ابوبکر ابن العربی احد الائمة المالکیة عن رجل قال: ان آباء النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی النار؛ فاجاب بان من قال ذلک فهو ملعون لقوله تعالیٰ: "ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة"، قال: و لا اذی اعظم من ان یقال عن ابیه: انه فی النار.

ومن العلماء من ذهب الی قول خامس وهو الوقف. قال الشیخ تاج الدین الفاکهانی فی کتابه "الفجر المنیر": والله اعلم بحال ابویه. و قال الباجی فی "شرح الموطا": قال بعض العلماء: انه لایجوز ان یؤذی النبی صلی الله علیه وآله وسلم بفعل مباح ولا غیره، واما غیره من الناس فیجوز ان یؤذی بمباح ولیس له المنع منه ولا یاثم فاعل المباح وان وصل بذلک اذی الی غیره؛ قال: ولذلک قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم اذا اراد علی بن ابی طالب ان یتزوج ابنة ابی جهل: انما فاطمة بضعة منی وانی لا احرم ما احل الله تعالیٰ، ولکن والله! لاتجتمع ابنة رسول الله وابنة عدو الله عند رجل ابداً! فجعل حکمها فی ذلک حکمه انه لایجوز ان یؤذی بمباح. واحتج علی ذلک بقوله تعالیٰ: "ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله" الآیتین، فشرط علی المؤمنین ان یؤذوا "بغیر ما اکتسبوا" واطلق الاذی فی خاصة النبی صلی الله

فرماتے ہیں کہ جہنم میں ابوجہل ہوگا۔ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔ لہٰذا اس درجہ کے وہی لائق ہیں، جن کا کفر بہت بڑا ہو، اور اُن کا گناہ بے حد سخت ہو، اور بوقت دعوت اُن کا عناد شدید ہو، اور عناد میں علم کے باوجود تبدیل و تحریف اور جحود و انکار کے درپے رہے ہوں۔ نہ کہ وہ لوگ مستحق ہوں جنکے لیے کمی عذاب کا امکان و گمان ہو۔

اور جبکہ یہ بات صحیح ہے کہ حضرتِ ابوطالب، نبیِ کریم کی قرابت اور حُسنِ سلوک کی وجہ سے اہلِ دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے ہیں، باوجودیکہ انھوں نے حضور کی دعوت کو سمجھا اور اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا، اور اُنکی عمر بھی بہت طویل رہی۔

اب تمہارا حضور کے والدین کے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیونکہ وہ دونوں حضور سے قربت میں سب سے زیادہ قریب، محبت میں سب سے زیادہ شدید، عذر میں سب سے زیادہ نزدیک، اور عمر میں سب سے کم تھے۔ تو کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ معاذاللہ وہ دونوں طبقۂ جحیم میں ہیں؟ اور اُن پر بہت زیادہ شدید اور سخت عذاب ہورہا ہے؟ جسے ادنیٰ ذوقِ سلیم ہے، وہ ایسا سمجھ ہی نہیں سکتا۔

اب رہی وہ حدیث جس میں ہے کہ "جبریل نے حضور کے سینۂ مبارکہ پر ہاتھ رکھکر کہا کہ حالتِ شرک پر مرنے والے کے لیے استغفار نہ کیجیے" تو اس حدیث کو بزار نے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، جسے کوئی جانتا ہی نہیں۔

رہی نزولِ آیت والی حدیث، تو یہ بھی ضعیف ہے۔ اور صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ یہ آیت حضرتِ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، اور اُنکے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میں یقیناً اُس وقت تک تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا، جبتک کہ مجھے تم سے روک نہ دیا جائے"

اب رہی یہ حدیث کہ "امّی مع امّکما" (میری ماں، تم دونوں کی ماں کیساتھ ہے)، اگرچہ اسے حاکم نے "المستدرک" میں نقل کرکے اس کی تصحیح کی ہے، اور "المستدرک" میں

Marfat.com

علیه وآله وسلم من غیر شرط - انتهی.

المسألة

وقد سئلت ان انظم فی هذه المسألة ابیاتا اختم بها هذا التالیف فقلت:

ان الذی بعث النبی محمدا | انجی به الثقلین مما یجحف[له]
ولامه وابیه حکم شائع | ابداه اهل العلم فیما صنفوا
فجماعة اجروهما مجری الذی | لم یأته خبر الدعاة المسعف
والحکم فیمن لم تجئه دعوة | ان لا عذاب علیه حکم مؤلف
فبذاك قال الشافعیة کلهم | والاشعریة ما بهم متوقف
وبسورة الاسراء فیه حجة | وبنحو ذا فی الذکر ای تعرف
ولبعض اهل الفقه فی تعلیله | معنی أدق من النسیم والطف
اذهم علی الفطر التی ولدوا ولم | یظهر عناد منهم وتخلف
ونحا الامام الفخر رازی الوری | منحا به للسامعین تشنف
قال الالی ولدوا لنبی المصطفی | کل علی التوحید اذ یتحنف
من آدم لابیه عبد الله ما | فیهم اخو شرك ولا مستنکف
فالمشرکون کما بسورة توبة | نجس وکلهم بطهر یوصف
وبسورة الشعراء فیه تقلب | فی الساجدین فکلهم متحنف
هذا کلام الشیخ فخر الدین فی | أسراره هطلت علیه الذرف
فجزاه رب العرش خیر جزائه | وحباه جنات النعیم تزخرف
فلقد تدین فی زمان الجاهلیة فرقة دین الهدی وتحنفوا
زید بن عمرو بن نفیل هکذ الصدیق ما شرك علیه یعکف

[له] کذا، والظاهر: یجحف، ای یهلك ویستاصل.

Marfat.com

اپنی سہل انگاری سے صحیح کے زمرہ میں گنا دیا ہے، لیکن علمِ حدیث میں یہ مُسلّمہ قاعدہ ہے کہ ایک تنہا شخص کی تصحیح قابلِ قبول نہیں ہوتی ہے۔ پھر جب امام ذہبی نے "مختصر المستدرک" میں اس حدیث کو درج کیا، اور حاکم کے قول "صحیح" کو نقل کیا تو اسکے بعد انھوں نے فرمایا، میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! عثمان بن عمیر کو "دار قطنی" نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہٰذا ذہبی اس حدیث کو ضعیف قرار دیکر اس پر شرعی قسم اٹھاتے ہیں۔ اور جبکہ اس مسئلہ میں بجز ضعیف حدیثوں کے کچھ نہ ہو، تو اہلِ نظر کے لیے اسلام کے سوا کسی اور طرف غور کرنا محال ہے"

چوتھی بات: - جو اس مسلک کی تائید و نصرت میں بیان کرتا ہوں یہ ہے کہ بلا شبہ یہ ثابت ہے کہ ایک جماعت، زمانہ جاہلیت میں ایسی تھی، جو یک سُو ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتی تھی، اور شرک میں مبتلاء نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا ایسی کونسی وجہ مانع ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آباء و اجداد اس دین پر گامزن نہ رہے ہوں؟

اور حافظ ابوالفرج بن جوزی "التلقیح" میں کہتے ہیں کہ ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں بُت پرستی کو اختیار نہ کیا کچھ یہ ہیں:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن عمرو بن نفیل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن الحورث، ورقہ بن نوفل، رباب بنت براد، اسعد بن کریب حمیری، قس بن ساعدہ ایادی، اور ابوقیس بن صرمہ ہیں۔ انتہی

اور زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ اور قس کی تحقیق میں احادیث وارد ہیں۔ اور ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ اسکی اصل، صحت میں حضرتِ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے "تعلیقاً" مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو خانۂ کعبہ سے کمر لگائے یہ کہتے دیکھا ہے کہ اے قریش کے لوگو! کسی نے تم میں سے میرے سوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

قد فسر السبكي بذاك مقالة للأشعري وما سواه مزيف

ان لم يكن عين الرضا منه على الصديق وهو بطول عمر احنف

عادت عليه صحبة الهادي فما في الجاهلية للضلاله يعرف

فلأمه وابوه احرى سيما دارت من الأيات ما لا يوصف

وجماعة ذهبوا الى احيائه ابويه حتى امنا لاخوفوا

وروى ابن شاهين حديثا مسندا في ذاك لكن الحديث مضعف

هذا مسالك لو تفرد بعضها لكفى فكيف لها اذا تتألف

وبحسب من لا يرتضيها صمته ادبا ولكن اين من هو منصف

صلى الاله على النبي محمد ماجد دالدين الحنيف محنف

حديث يتعلق بهما

قال البيهقي في "شعب الايمان": اخبرنا ابو الحسين بن بشران ثنا ابو جعفر الرازي انبأ يحيى بن جعفر انا زيد بن الحباب انا ياسين بن معاذ ثنا عبد الله بن يزيد عن طلق بن علي قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: لو ادركت والدي او احدهما وانا في صلاة العشاء وقد قرئ فيها بفاتحة الكتاب فنادى: يا محمد! لاجبتهما: لبيك. قال البيهقي: ياسين بن معاذ ضعيف.

فائدة

قال الازرقي في "تاريخ مكة": حدثنا محمد بن يحيى عن عبد العزيز ابن عمران عن هشام بن عاصم الاسلمي قال: لما خرجت الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم

Marfat.com

کسے دین پر صبح نہیں کی۔ پھر وہ کہتے ہیں، اے خدا! اگر میں کسی وجود کو تیرے حضور زیادہ محبوب جانتا، تو میں اُسے بھی پوجتا۔ لیکن میں کسی غیر کو جانتا ہی نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات پہلے مسالک کی تائید کرتی ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے، جسے دعوتِ حق نہ پہنچی ہو، اور وہ اس کی کما حقہ حقیقت نہ جانتا رہا ہو۔

اور ابو نعیم "دلائل النبوۃ" میں عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ یہ تو باطل ہیں، پتھروں کی پرستش کرتے ہیں۔

امام بیہقی اور ابو نعیم، دونوں "دلائل" میں بطریق شعبی، شیخ جہینہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن حبیب نے زمانہ اسلام پایا۔

اور امام الاشاعرہ شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ عین رضاءِ الٰہی میں رہے۔" امام کے اس کلام کے مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ انکی مراد یہ ہے کہ وہ جس کی حالت ہمیشہ غیر مغضوب رہی ہے۔ یعنی ناپسندیدہ حالت میں نہیں رہے، کیونکہ علم الٰہی میں یہ تھا کہ یہ بہت جلد مسلمان ہو کر خلاصۂ ابرار ہو جائیں گے۔

اور امام شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انکی یہ مراد ہو تو صدیق اور تمام صحابہ اس میں برابر ہو جاتے ہیں، حالانکہ امام اشعری رحمۃ اللہ نے صدیق کی تعریف میں یہ الفاظ فرمائے ہیں، جو انکے سوا دوسرے صادق نہیں آسکتے۔ لہٰذا راہِ صواب یہی ہے کہ یوں کہا جائے کہ ان سے کفر کی حالت کسی وقت بھی ثابت نہیں ہے، ممکن ہے کہ بعثت سے قبل انکی حالت ویسی ہی ہو، جیسی کہ زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ کی حالت تھی۔ لہٰذا صدیق کے تذکرہ کے لیے تمام صحابہ سے جداگانہ خصوصیت چاہیئے۔" انتہیٰ کلام السبکی۔

میں کہتا ہوں۔ اسی طرح ہمیں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین

Marfat.com

فی غزوۃ احد فنزلوا بالابواء[1]، قالت هند ابنة عتبة لابی سفیان بن حرب: لو بحثتم قبر آمنة ام محمد صلی الله علیه وآله وسلم فانه بالابواء فان اسر احد منکم افتدیتم به کل انسان بارب من ارابها، فذکر ذلک ابو سفیان لقریش فقالت قریش: لا تفتح علینا هذا الباب! اذن یبحث بنو بکر موتانا.

فائدة

من شعر عبد الله والد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اورده الصلاح الصفدی فی تذکرته:

لقد حکم السادرن فی کل بلدة ... بان لنا فضلا علی سادة الارض
وان ابی ذو المجد والسودد الذی ... یشار به ما بین یسر الی حفض
وجدی وآباء له ابلوا العلی ... قدیما لطیب العرق والحسب المحض

[1] والابواء قریة من اعمال الفرع من المدینة بینها وبین الجحفة مما یلی المدینة ثلاثة وعشرون میلا، وقیل: الابواء جبل علی یمین آرة ویمین الطریق للمصعد الی مکة من المدینة وهناک بلد ینسب الی هذا الجبل، قال السکری: الابواء جبل شامخ مرتفع لیس علیه شیء من النبات غیر الخزم والبشام وهو لخزاعة وضمرة. وبالابواء قبر آمنة بنت وهب ام النبی صلی الله علیه وسلم، وکان السبب فی دفنها هناک ان عبد الله والد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کان قد خرج الی المدینة یمتار تمرا فمات بالمدینة، فکانت زوجته آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة تخرج فی کل عام الی المدینة تزور قبره، فلما اتی علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ست سنین خرجت زائرة لقبره ومعها عبد المطلب ام ایمن حاضنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما صارت بالابواء منصرفة الی مکة ماتت بها؛ ویقال: ان ابا طالب زار اخواله من بنی النجار بالمدینة وحمل معه آمنة ام رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، فلما رجع منصرفا الی مکة ماتت آمنة بالابواء، انتهی ما فی معجم البلدان مختصرا.

Marfat.com

رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہنا چاہیئے کہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کی حالت ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کی حالت ویسی ہی ہو، جیسے زید بن عمرو بن نفیل، اور حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال ہے۔ اور یہ کہ بلاشبہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو کو زمانۂ جاہلیت میں جو تحقیق حاصل ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے۔ لہٰذا یہ دونوں بعثت سے پہلے صدیق اور حضور سے بہت زیادہ محبت رکھنے والے تھے۔ اسلیے ان سے بڑھ کر آپ کے والدین کریمین مستحق ہیں کہ آپ کی برکت انکی طرف متوجہ ہو، اور اہلِ جاہلیت کی بے دینیوں سے یہ دوں محفوظ رہیں۔

اب اگر تم یہ کہو کہ ایک بات کی عقدہ کشائی رہ گئی ہے، وہ یہ ہے جسے مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ میرے باپ کہاں ہیں؟ فرمایا جہنم میں۔ پھر کچھ عرصہ اسے بلایا اور فرمایا اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّار (میرے اور تمہارے پدر جہنم میں ہیں) اور مسلم و ابوداؤد کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کیلیے استغفار کی اجازت چاہی، اور آپ کو اجازت نہ دی گئی۔ لہٰذا اسکی بھی عقدہ کشائی کیجائے"

میں بسروچشم اسکا جواب دیتا ہوں کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ "اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّار" اس پر راوی متفق نہیں ہیں، البتہ اسے حماد بن سلمہ سے بروایتِ حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ یہ وہ سند ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے، اور معمر نے بروایتِ ثابت، اسکے خلاف روایت کیا ہے۔ اور انھوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا، بلکہ بیان کیا کہ "اِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّار" یعنی جب تم کافر کی قبر پر گزرو، تو اسے جہنم کی خبر دیدو۔" یہ لفظ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد پر یقیناً کسی قسم کی دلالت نہیں کرتا۔ اور روایت کے لحاظ سے یہ زیادہ ثابت ہے، کیونکہ حضرت معمر، حماد سے اثبت ہیں، اسلئے کہ حماد کے حافظہ پر کلام کیا گیا

Marfat.com

اور انکی احادیث میں منکر باتیں واقع ہیں۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ربیبہ نے انکو لکھ کر پڑھایا، اور حماد حفظ نہ کرسکے۔ لہٰذا جب وہ بیان کرتے، تو اُس میں انہیں شک ہوتا۔ اسی بناء پر امام بخاری نے اُن سے کوئی حدیث نہیں لی۔ اور نہ امام مسلم نے "اصول" میں ان سے کوئی حدیث لی، مگر وہ روایت جو حضرتِ ثابت سے ہے حاکم نے "المستدرک" میں کہا ہے کہ امام مسلم نے "اصول" میں حماد کی کوئی روایت نہیں لی، مگر وہ حدیث جو حضرتِ ثابت سے مروی ہے۔ بلاشبہ ایک جماعت نے "الشواہد" میں نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت معمر! تو انکے حافظہ پر کسی نے کلام نہیں کیا۔ اور نہ انکی کسی حدیث میں کوئی منکر بات بتائی۔ اور امام بخاری و مسلم نے انکی روایت لینے پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا انکے لفظ زیادہ ثابت ہیں۔

پھر یہ کہ ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اُنہی الفاظ کو مروی پایا ہے، جو حضرتِ معمر بروایتِ ثابت از انس رضی اللہ عنہما کی روایت کے لفظ ہیں۔ چنانچہ بزار، طبرانی اور بیہقی بسند ابراہیم بن سعد از زہری از عامر بن سعد (بن ابی وقاص زہری مدنی) وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "میرے باپ کہاں ہیں"؟ آپ نے فرمایا جہنم میں! اُس نے کہا اور آپ کے والد کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب کبھی تم کسی کافر کی قبر پر گزرو، تو اُسے جہنم کی خبر دیدو"۔ اس روایت کی بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ لہٰذا اس لفظ پر اعتماد اور اسے اسکے غیر پر مقدم رکھنا لازم ہے۔ اور طبرانی اور بیہقی نے اس حدیث کے آخر میں اتنا اضافہ کیا ہے ؛۔ "راوی نے کہا ہے کہ وہ بدوی اسکے بعد اسلام لے آیا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی مشکل بات کا ذمہ دار بنایا کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں تو اُسے جہنم کی خبر دیدیا کروں"۔

اور ابن ماجہ نے بطریق ابراہیم بن سعد از زہری از سالم (بن عبداللہ بن عمر العدوی مدنی، فقیہ از فقہاءِ سبعہ المتوفی ۱۰۶ھ) وہ اپنے والد سے، روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ صلہ رحمی کرتا اور ایسا ایسا تھا وہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں! راوی کہتا ہے گویا کہ اس نے اسے پالیا۔ پھر پوچھا، یا رسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ فرمایا جب کبھی تم کسی مشرک کی قبر پر گزرو، تو اسے جہنم کی خبر دیدو۔ اسکے بعد وہ بدوی اسلام لے آیا، اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی دشوار بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں تو اسے جہنم کی خبر دیا کروں۔" لہٰذا یہ روایت پہلے سے بہت زیادہ واضح ہے، اسلیے اس میں عام طور پر وہی الفاظ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں، اور اس میں بدوی نے اسلام لانیکے بعد بمقتضاءِ حکم، امتثالِ امر کو دیکھا اور اسکی بجا آوری میں دشواری کو پایا۔ اور اگر جواب پہلے لفظ کے ساتھ ہو تو اس میں یقیناً کچھ بھی حکم نہیں نکلتا، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے الفاظ راوی کے تصرف سے ہیں جسے اس نے اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی بیان کی ہے۔ بلاشبہ بخاری و مسلم میں بکثرت روایات اس نہج کی واقع ہیں جنمیں راوی کا تصرف موجود ہے۔ اور انکے سوا اس سے زیادہ ثابت ہیں، مثلاً مسلم شریف کی وہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مروی ہے، اور اسکی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیل فرمائی ہے، اور فرمایا کہ دوسری سند سے اسکے سماع کی نفی کرنے والی حدیث ثابت ہے۔ لہٰذا راوی نے اس سے نفی قرأت کو سمجھا اور اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی روایت کردی اور اسے خطا لاحق ہوئی۔"

اب ہم اس مقام میں مسلم شریف کی حدیث کا جواب اس نہج پر دیتے ہیں جیسے ہمارے امام، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مسلم کی حدیث کا جواب دیا ہے۔ پھر اگر لفظ اول کے راویوں کے اتفاق کو فرض کر لیں تو گزشتہ والی

سے وہ متعارض بن جاتے ہیں۔ اور حدیث صحیح، جب اسکے معارض دوسرے ایسے دلائل ہوں جو اس سے ارجح ہوں، تو اسکی تاویل واجب ہوتی ہے، اور ان دلائل کو مقدم رکھا جاتا ہے، جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے۔ اور دوسرے جواب کی رُو سے حضور کا اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث کا جواب یوں ہوگا کہ ممکن ہے اس میں مسلسل پیوستگی کی ایسی ممانعت ہو، جیسے کہ شروع اسلام میں اُس شخص کی نمازِ جنازہ ممنوع تھی جس پر قرض ہو، باوجودیکہ وہ مسلمان ہو۔ پھر یہ کہ اسکا بھی امکان ہے کہ یہ ممانعت، دیگر کافروں کے ضمن کی بناء پر ہوئی ہو اس وجہ سے اُنکے لیے بھی استغفار کرنے سے روک ... اہو، لیکن پہلا جواب زیادہ درست ہے۔ یہ ایک قسم کی تاویل ہے۔

پھر میں نے حضرتِ معمر کی روایت کے الفاظ کی مانند ایک حدیث دیکھی جو اس سے زیادہ واضح ہے۔ اُس میں صراحت ہے کہ سائل چاہتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے بارے میں سوال کرے، مگر اُسے ادب اور تامل نے باز رکھا۔ چنانچہ حاکم "المستدرک" میں صحیح قرار دیکر لقیط بن عامر سے روایت نقل کی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق کیساتھ حاضر ہوئے، وہ کہتے ہیں کہ ہم رجب گزارنے کیلیے مدینہ میں حاضر ہوئے، اور فجر کی نماز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، اسکے بعد حضور لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے راوی نے اسکے بعد حدیث بیان کی یہانتک کہ اُس نے کہا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے کوئی زمانہ جاہلیت میں بھلائی پر ہے؟ اس پر فرمایا، اے قریشی جوان! بیشک تیرا باپ المنتفق جہنم میں ہے، اُسوقت گویا میرا چہرہ اور میرا گوشت پسینہ پسینہ ہوگیا، کیونکہ حضور نے تمام لوگوں کے سامنے میرے باپ کا حال بیان کر دیا تھا۔ پھر اسکے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں یا رسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ مگر میں نے کچھ سوچ کر اچھے طریقہ سے بدل کر عرض کیا،

Marfat.com

یارسول اللہ! آپ کے اہل کا کیا حال ہے؟ فرمایا جب تم کسی مشرک قریشی یا عامری کی قبر پر گزرو، تو اُس سے کہنا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے لیے کیا بشارت و خبر دی گئی ہے"۔

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور یہ سب سے زیادہ واضح روایت اور روشن تر بیان ہے۔ اور وہ کونسی چیز سائل کو مانع ہوئی کہ وہ پوچھے کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں، جو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ "اَبِی" ہے، اگر اُسکی مراد ثابت ہو جائے، تو اسکا مطلب حضور کے چچا حضرت ابو طالب ہونگے، نہ کہ آپ کے والدِ ماجد حضرتِ عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے لفظِ "اَب" سے مراد چچا لی ہے۔ بلاشبہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد و ابنِ جریج اور سدی کی روایتیں پہلے نقل کیجا چکی ہیں، اس جگہ ہر دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ لفظِ "اَب" (باپ) کا اطلاق حضرتِ ابو طالب کیلیے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام رائج تھا۔ اسی بناء پر وہ لوگ حضرتِ ابو طالب سے کہتے تھے کہ ابو طالب تم اپنے بیٹے کو ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے باز رکھو۔ اور حضرتِ ابو طالب نے اُنکے کہنے پر ایک مرتبہ حضور سے عرض بھی کیا تھا۔ پھر جب کفار نے اُن سے یہ کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کردو، تاکہ ہم اُسے قتل کردیں اور اُسکے بدلہ تم ہم سے اِس بچہ کو لے لو۔ (اسکے جواب میں حضرتِ ابو طالب نے فرمایا) میں اپنے بیٹے کو تو تمہیں قتل کرنے کے لیے دیدوں، اور تمہارے بیٹے کو لیکر میں اُس کی کفالت کروں!

اور جبکہ حضرتِ ابو طالب شام کی طرف سفر کر رہے تھے، اور اُنکے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لیجا رہے تھے، تو بحیرہ راہب نے اُنکے پاس آکر دریافت کیا، یہ فرزند تمہارا کون ہے؟ اُنھوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر

اُس راہب نے کہا کہ اس فرزند کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اس کا والد زندہ ہو۔
معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے حضرتِ ابو طالب کو والد کہلانا انکے نزدیک عام دستور تھا، کیونکہ وہ حضور کے چچا تھے، اور انھوں نے آپ کے بچپنے سے خدمت و کفالت کے فرائض انجام دیئے تھے، وہ آپ کو اپنی نگہداشت و حفاظت اور حمایت میں رکھتے تھے، اسی بناء پر عام لوگ والد ہی گمان کر کے انکے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اسی کے مشابہ ایک حدیث میں واقعہ ہے کہ جسے اپنے مقصد کے دلائل میں حضور نے حضرتِ ابو طالب کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ طبرانی حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام آئے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں صلہ رحمی، ہمسایہ کے ساتھ حسنِ سلوک یتیموں کے ساتھ بھلائی، مہمان کی خاطر تواضع، اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب و تحریص فرماتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہشام بن مغیرہ بھی کرتا تھا، لہٰذا یا رسول اللہ آپ کا اُسکے بارے میں کیا گمان ہے؟ حضور نے فرمایا ہر وہ قبر والا جو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا وہ جہنم کے گڑھے میں ہے۔ بلاشبہ میں نے اپنے چچا ابو طالب کو جہنم میں غوطہ زن پایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری منزلت اور مجھ پر اُنکے احسان ہونے کی بناء پر اُسے نکال کر جہنم کی تمازت و طپش میں کر دیا۔

تنبیہ ایک جماعت نے ان تمام جوابوں کو بیحد پسند فرمایا ہے، اور جو حدیثیں حضور کے والدینِ کریمین کے بارے میں ہیں اُنکے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ وہ سب منسوخ ہیں، جسطرح وہ احادیث جو مشرکوں کے بچّوں کے جہنمی ہونے کے بارے میں مروی ہیں منسوخ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے بچّوں کے بارے میں حدیثوں کو منسوخ کرنے والی یہ آیتِ کریمہ ہے:۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی | کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں احادیث کا ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا -	ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں -

اور یہ عجیب اتفاقی نکتہ ہے کہ دونوں فریقوں کے دونوں جملے ایک آیت کے ایک ہی سیاق کلام میں حرفِ عطف کے ساتھ نظمِ قرآن میں یکجا جمع ہیں -

یہ جواب تمام جوابوں سے زیادہ مفید و مختصر ہے - مگر یہ کہ یہ مسلکِ اول کے نزدیک ہے ہر کہ مسلکِ ثانی کے نزدیک، جیسا کہ واضح ہے - اسی بنا پر ہمیں مسلکِ ثانی پر دلائل و حجج لانے کی ضرورت پیش آئی -

تکمیلِ بحث بلا شبہ حدیث میں ثابت ہے کہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب والے حضرتِ ابوطالب ہیں، کیونکہ وہ جہنم کی طپش و تمازت میں اسطرح ہیں کہ انکے دونوں پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہیں، جس سے اُن کا دماغ کھولتا ہے یہ روایت اس بات پر دلیل ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جہنم میں نہیں ہیں بایں وجہ اگر وہ اُس میں ہوتے، تو وہ حضرتِ ابوطالب سے زیادہ کم عذاب کے مستحق ہوتے، اسلئے کہ ابوینِ کریمین، حضرتِ ابوطالب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت و منزلت میں قریب تر ہیں، اور اُن کا عذر بھی زیادہ ہے - کیونکہ انھوں نے نہ تو زمانۂ بعثت پایا، اور نہ اُن پر عرضِ اسلام ہوا، جسے وہ رد کر سکتے، بخلاف حضرتِ ابوطالب کے - اور یقیناً الصَّادِقُ الْمُصَدَّقُ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ "وہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب پانے والے ہیں" لہٰذا حضور کے والدین کریمین اسکے سزاوار ہو ہی نہیں سکتے - اہلِ اصول کے نزدیک یہ قاعدہ "دلالۃ الاشارہ" کہلاتا ہے -

مناظرانہ طریق پر بحث آجکل اکثر لوگ جھگڑنے والے موجود ہیں، خاصکر اس مسئلہ میں - اور ان مجادلین کی اکثریت ایسی ہے جنھیں طریقِ استدلال کی معرفت ہی نہیں ہے - لہٰذا ان سے بحث کرنا ہی اضاعتِ

وقت ہے۔ انکے سوا کچھ لوگ ایسے بحث کرنے والے بھی ہیں، جن سے گفتگو کر کے انکے ذہن کو قریب کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا انہیں کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ صحیح مسلم میں جو کچھ ثابت ہے تم اُسکے خلاف کہتے ہو۔ اب اگر وہ لوگ ہمارے مذہب والے یعنی شافعی المذہب ہیں، تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں یہ بھی ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نہیں پڑھتے تھے، حالانکہ تم بغیر بسم اللہ کے نماز کو صحیح ہی نہیں کہتے۔ اور صحیح میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حتمی طور پر تم اپنے امام کی پیروی کرو، اور اس سے اختلاف نہ کرو۔ لہٰذا جب وہ رکوع کرے، تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ سر اُٹھائے، تو تم بھی سر اُٹھاؤ، اور جب وہ "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے، تو تم "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہو، اور جب وہ بیٹھے، تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ حالانکہ جب امام "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہتا ہے، تو تم بھی "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" اُسی کی مانند کہتے ہو، اور جب امام عُذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو تم قادر ہوتے ہوئے اُسکے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہو، نہ کہ بیٹھ کر۔

اور صحیحین میں تیمم کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہیں کافی ہے کہ یہ کہو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایسا ہی۔ پھر اپنے ہاتھ کی ایک ضرب مارے، اور مسح کرے بائیں سے داہنے پر، اور دونوں ہاتھوں کی پشت پر، اور اپنے چہرہ پر۔ حالانکہ تم تیمم میں ایک ضرب کو کافی نہیں بتاتے، اور مسح کو کوعین تک۔ لہٰذا تم اُن احادیث کی جو صحیحین یا کسی ایک صحیح میں ثابت ہیں کیوں مخالفت کرتے ہو؟ لہٰذا ضروری ہے اگر علم کی ادنیٰ رمق بھی ہے کہ یہ کہو، انکے مقابل دوسرے دلائل قایم ہیں، اس بناء پر انہیں اس پر مقدم رکھا ہے۔ اُسوقت میں بھی اُس سے یہی کہونگا کہ اس پر حجت نہیں پکڑی جا سکتی، مگر اسی طریقہ سے، کیونکہ وہ اسکا اقرار کر چکا ہے، اسی قبیل کے دوسرے مسائل ہیں لیکن اگر مجادل و مناظر مالکی مذہب کا ہے، تو میں اُس سے کہونگا کہ صحیحین میں ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے کو اُسوقت تک اختیار ہے جبتک وہ جدا نہ ہوں

حالانکہ تم خیارِ مجلس کو ثابت نہیں رکھتے۔ اور صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، اور پورے سر کا مسح نہیں فرمایا۔ حالانکہ تم وضو میں پورے سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہو۔ لہٰذا جو "صحیح" میں ثابت ہے تم اس کی کیوں مخالفت کرتے ہو؟ اسوقت تم یہی کہو گے کہ اسکے مقابل دوسری دلیلیں اس پر اس پر قایم ہیں۔ پھر میں بھی یہی کہوں گا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

اور اگر مجادل و مناظر حنفی المذہب ہے، تو میں اس سے کہونگا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالدے، تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیئے حالانکہ تم کتے کی نجاست میں سات مرتبہ کی شرط قایم نہیں رکھتے۔

اور یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ "لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" جس نے سورۃِ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز نہیں"۔ حالانکہ تم اسکے بغیر بھی نماز کو صحیح و درست رکھتے ہو اور یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ پھر سر اٹھایا یہانتک کہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ تم اعتدال میں اطمینان کے بغیر بھی نماز کو صحیح رکھتے ہو۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب پانی دو قلہ ہو، تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ حالانکہ تم قلتین کا اعتبار ہی نہیں کرتے۔ اور صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مدبر غلام" کو فروخت کیا۔ حالانکہ تم کہتے ہو کہ غلام مدبر نہ بیچا جائے۔ لہٰذا ان احادیثِ صحیحہ کی تم کیوں مخالفت کرتے ہو؟ اسوقت تم کہو گے کہ اسکے مقابل دوسرے دلائل قایم ہیں، اسلیے انہیں مقدم رکھا گیا۔

لہٰذا میں بھی یہی کہونگا، یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

اور اگر مجادل و مناظر حنبلی المذہب ہے، تو میں اس سے کہوں گا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا، اس نے ابو القاسم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رمضان مبارک کا خیر مقدم ایک یا دو روزے پہلے رکھکر نہ کرو۔ حالانکہ تم یوم شک کے روزہ کو برقرار رکھتے ہو لہٰذا جو صحیحین میں ثابت ہے اس کی مخالفت کیوں ہے؟ اسوقت تم یہی کہو گے کہ

Marfat.com

اسکے مقابل دیگر دلائل قایم ہیں انھیں اس پر مقدم رکھا گیا۔ لہٰذا میں بھی یہی کہونگا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ آجکل اس قسم کا استدلال لوگوں کے ذہنوں کو قریب لانے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

اور اگر مجادل اُن لوگوں میں سے ہو، جو حدیثوں کی کتابیں لکھتے ہیں، اور اُنکے پاس فقہ نہیں ہے، تو اُن سے کہا جائیگا کہ متقدمین نے کہا ہے "المحدث بلا فقہ کعطار غیر طبیب"۔ یعنی بغیر فقہ کے محدث ایسا ہے جیسے بغیر طبیب کے عطار۔ مطلب یہ کہ دوائیں تو دوکان میں موجود ہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ کس مرض کے لیے ہیں۔ اور فقیہ بغیر حدیث کے ایسا ہے جیسے کہ طبیب، جو عطار نہ ہو۔ وہ یہ تو جانتا ہے کہ فلاں مرض کی فلاں دوا ہے، مگر اُس کے پاس دوا نہیں ہے۔

بیشک میرے پاس بحمداللہ حدیث، فقہ، اصول، تمام آلات عربیہ، معانی، اور بیان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اسلیے ہم جانتے ہیں کہ کیونکر کلام کیا جاتا ہے، اور کیسے بحث کیجاتی ہے، اور کسطرح استدلال ہوتا ہے، اور کیسے رجوع ہوتا ہے۔

لیکن تم اے اخی! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق بخشے، تم اسکی صلاحیت نہیں رکھتے، نہ تم فقہ جانتے ہو، نہ اصول، نہ کچھ آلاتِ عربیہ کا علم ہے، نہ حدیث میں کلام کا سلیقہ اور استدلال کا تو تمہیں شعور ہی نہیں۔ ایسے شخص کو بحث و کلام کی پیشقدمی نہ کرنی چاہیئے، جسکے پاس یہ علوم نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے جتنا تمہیں دیا ہے اُسی پر قناعت کرنی چاہیئے۔ حالانکہ تمہارا حال یہ ہے کہ جب تم سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، تو تم اتنا ہی کہتے ہو کہ مروی ہے یا مروی نہیں ہے، اور اسکی حافظوں نے تصیح کی ہے، یا اسے حسن کہا ہے، یا اسے ضعیف کہا ہے وغیرہ، اور مقام افتاء میں تمہیں اسقدر کے سوا حلال نہیں ہے، تو اسکے ماسوا کو اُسکے اہل کیلیے راستہ چھوڑ دو۔

لا تحسب المجد تمراً آکلہ ❊ لن تبلغ المجد حتّیٰ تلعق الصبرا

اسکے بعد چاروں مذہب کے ہر مقلد سے ایک اور بات کہتا ہوں کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں

Marfat.com

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دیجاتی تھیں، اور سیدنا صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم کی شروع خلافت تک یہی طریقہ رہا۔ اب میں ہر طالبِ علم سے دریافت کرتا ہوں کہ اس حدیث کے اقتضاء کے بموجب اُس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ دوگے جس نے اپنی زوجہ کو کہا "تجھے تین طلاقیں ہیں" کیا وہ فقط ایک واقع ہوگی؟ اگر تم کہو ہاں! تو میں اس پر معارضہ کرونگا۔ اور اگر تم کہو نہیں! تو میں کہونگا، اس مسئلہ کو ایسا ہی سمجھو! اس تمام بحث و کلام سے یہی مقصود ہے کہ ہر حدیث جو صحیح مسلم میں ہو، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ معارضہ کے باوجود، اسکا اقتضاء یہی ہے۔

تیسرا مسلک و مذہب

تیسرا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا، یہانتک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس مسلک کی طرف محدثین وغیرہ کے اکابر کی جماعت مائل ہوئی ہے چنانچہ ان میں سے ابن شاہین (ابو حفص عمر بن شاہین البغدادی واعظ، المتوفی ۳۸۵ھ) اور حافظ ابو بکر خطیب البغدادی، سہیلی، قرطبی، المحب طبری، اور علامہ ناصر الدین ابن المنیر وغیرہ حفاظِ حدیث ہیں۔ ان حضرات کا استدلال اس مسلک میں یہ ہے، جیسے ابن شاہین نے "الناسخ والمنسوخ" میں، خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق" میں، اور دارقطنی و ابن عساکر دونوں نے "غرائب مالک" میں بسندِ ضعیف سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" کا حج ہمارے ساتھ ادا فرمایا اُسوقت آپ نے ہمارے ساتھ "عقبۃ الحجون" پر گزر فرمایا اس حال میں کہ آپ مغموم و محزون اور گریہ فرمارہے تھے۔ آپ نے نزول فرمایا اور میرے پاس سے طویل عرصہ تک دور رہے پھر جب آپ واپس تشریف لائے، تو خوش اور مسکرا رہے تھے۔ میں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس جاکر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ انہیں زندہ فرمادے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا، پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں واپس کردیا"۔ محدثین کے نزدیک متفقہ طور پر یہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ ایک نے یہ بھی کہا کہ یہ موضوع ہے۔ لیکن درست یہی ہے کہ یہ ضعیف ہے، موضوع نہیں ہے۔

اب میں اس حدیث کے بیان میں ایک جزء مکمل کر مرتب کرتا ہوں۔

حضرت سہیلی "الروض الانف" میں سند کے ساتھ بیان کرکے فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

اس سند میں دو۲ راوی مجہول ہیں، وہ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی کہ والدین کریمین کو زندہ فرما دے، تو اُس نے انھیں زندہ فرمایا، پھر وہ ایمان لائے، اور انکا انتقال ہُوا۔ اسے بیان کرنے کے بعد سہیلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اور اسکی قدرت رحمت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے فضل سے انھیں مخصوص فرمائے اور اپنے کرم سے آپ پر جو چاہے انعام فرمائے۔

اور حافظ قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرنے کی حدیث، اور استغفار سے ممانعت فرمانے کی حدیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ والدین کریمین کے زندہ کرنے والی حدیث، حدیثِ استغفار سے بعد ہے۔ دلیل یہ ہے کہ سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حجۃ الوداع کی ہے۔ اس بنا پر ابنِ شاہین نے اس حدیث کو گزشتہ کی تمام حدیثوں کی جو اس بارے میں ہیں ناسخ قرار دیا ہے۔

اور علامہ ناصر الدین بن المنیر مالکی رحمۃ اللہ کتاب "المقتفی فی شرف المصطفیٰ" میں فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مُردوں کا زندہ کرنا ایسا ہی واقع ہے، جیسا کہ حضرتِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے واقع ہے۔ اُنھوں نے یہانتک فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کیلیے استغفار سے روکا گیا، تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے والدین کو زندہ فرما دے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا اور ایمان لائے، پھر وہ دونوں تصدیق کرتے ہوئے مومن ہو کر دوبارہ انتقال فرما گئے۔

حافظ قرطبی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہمیشہ مسلسل اور پیہم آپ کے وصالِ مبارک تک برقرار رہے۔ لہٰذا یہ امر بھی آپ پر اللہ تعالیٰ کے افضال و اکرام میں سے ہے۔ فرماتے ہیں انکا زندہ فرمانا اور ایمان لانا نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً۔ یقیناً قرآنِ کریم میں، بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا اور اسکا اپنے قاتل کی خبر دینا

Marfat.com

وارد ہے - اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے - اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مُردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا! فرماتے ہیں جبکہ یہ بات ثابت ہے، تو حضور کی کرامت و فضیلت سے کیا بعید ہے کہ والدینِ کریمین کو زندہ فرما کر ایمان سے نوازا ہو -

اور حافظ فتح الدین ابنِ سید الناس رحمۃ اللہ اپنی کتاب "سیرت" میں قصہ احیاء اور عذاب میں مروی شدہ احادیث کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم روایتوں کی جمع و تطبیق میں فرماتے ہیں، جنکا خلاصہ یہ ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مقاماتِ سنیہ میں درجاتِ علیہ کی طرف عروج فرمانے والے رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رُوحِ مبارک کو اپنی طرف قبض فرمایا، اور اپنے خاص قرب کی کرامتوں سے آپ کو نوازا، اور آپ اس پر فائز المرام ہوئے - لہٰذا یہ بھی امرِ جائزی ہے کہ یہ درجہ بھی اسکے بعد آپ کو حاصل ہوا ہو جبکہ پہلے نہ ہو، چونکہ احیاء و ایمان، سابقہ احادیث کے بعد ومتاخر واقع ہے، تو اس میں کوئی تعارض واقع نہیں" - انتہیٰ

بعض علماء اسطرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دایہ حلیمہ سعدیہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لیجانے اور وہاں جو شواہد رونما ہوئے اُنکی وہ خبر دیتی ہوئی وقتِ قدم یہ اشعار کہتی ہیں ؎

ھذا جزاء الأم عن ارضائه	لكن جزاء الله عنه عظيم
وكذاك ارجوا ان اكون لأمه	عن ذاك آمنة بده نعيم
ويكون احياها الاله وآمنت	بمحمد فحديثها معلوم
فلربما سعدت به ايضاً كما	سعدت به بعد الشقاء حليم

اور حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی (المتوفی ۸۴۲ھ) اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الہادی" میں اس حدیث کو لانے کے بعد اپنے یہ اشعار قلمبند فرماتے ہیں ؎

Marfat.com

حیا اللہ النبی مزید فضل	علیٰ فضل وکان بہ رؤفاً
فاحیا امہ وکذا ابا	لایمان بہ فضلاً لطیفاً
فسلم فالقدیم بذا قدیر	وان کان الحدیث بہ ضعیفاً

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت پر مزید فضیلت مرحمت فرمائی کیونکہ وہ آپ پر بہت مہربان ہے۔ لہٰذا آپ کی والدہ اور والد کو آپ پر ایمان لانے کے لیے زندہ فرمانا مزید لطف وفضل ہے، کیونکہ اُن کا اسلام لانا پہلے ہی سے مقدر تھا، اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

خاتمہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مسالک ومذاہب قوی نہیں ہیں، اور صحیح مسلم کی وہ دونوں حدیثوں، اور انکے سوا دیگر حدیثوں کو بغیر تاویل وعلل اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کہے، اپنے ظاہر پر باقی رکھتے ہیں۔ اسکے باوجود وہ کہتے ہیں کہ یہ کسی کیلیے جائز نہیں ہے کہ انکا ذکر کرے۔ حضرت سہیلی "الروض الانف" میں حدیثِ مسلم لانے کے بعد کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں ایسا کہیں، کیونکہ حضور کا ارشاد ہے "لا تؤذوا الاحیاء بسبِ الاموات" یعنی مُردوں کو بُرا کہکر زندوں کو ایذاء نہ دو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الآیہ | بیشک وہ لوگ جو اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں...

ائمۂ مالکیہ میں سے حضرت قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کہتا ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین (معاذ اللہ) آگ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا جو یہ کہتا ہے، وہ ملعون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اللہ کے رسول کو کوئی ایذاء پہنچانا نہیں ہے کہ وہ کہے اُنکے آباء (معاذ اللہ) جہنم میں ہیں۔

اور کچھ علماء قول پنجم یعنی "توقف" کی طرف گئے ہیں۔ چنانچہ شیخ تاج الدین فاکہانی اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں کہتے ہیں کہ حضور کے والدین کریمین کے حال کو اللہ تعالیٰ ہی

Marfat.com

زیادہ جانتا ہے۔ اور الباجی "شرح موطا" میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے کسی کو یہ جائز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، یا کسی دوسرے کو فعلِ مباح سے ایذاء پہنچائے لیکن دوسرے لوگوں کو فعلِ مباح سے ایذاء رسانی جائز ہے نہ اسکی ممانعت ہے، اور نہ فاعل گنہگار ہوتا ہے، اگرچہ اس سے کسی دوسرے کو ایذاء پہنچتی ہو۔ اسی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جبکہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے بھی نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اور میں اسے حرام قرار نہیں دیتا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی، اور دشمنِ خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بھی ویسا ہی حکم ہے، جیسا کہ یہاں ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ فعلِ مباح سے حضور کو ایذاء پہنچائی جائے۔ اور اس پر انھوں نے اسی آیتِ کریمہ سے دلیل لی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ (الآیتین) اسلیے کہ مومن پر جائز ہے کہ اپنے کسی دوسرے کو بغیر قصد وارادہ کے ایذاء پہنچا سکتا ہے، لیکن مطلقاً ایذاء کسی طرح بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاطر نہیں پہنچا سکتا۔" انتہیٰ **المسئلہ**:- مجھ سے خواہش ظاہر کی گئی کہ میں اس مسئلہ میں چند اشعار لکھکر اس تالیف کو ختم کردوں، چنانچہ میں کہتا ہوں ؎

ان الذی بعث النبی محمدًا ؛ انجی بہ الثقلین مما یجحف

(بقیہ اشعار اصل میں ملاحظہ کیجیے)

ایک اور حدیث

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین کے بارے میں ایک اور حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں نقل کر کے فرمایا، ہم سے روایت کی ابوالحسن بن لبشران نے، اُن سے ابوجعفر رازی نے، اُن سے یحییٰ ابن جعفر نے، اُن سے زید بن حباب نے، اُن سے یاسین بن معاذ نے، اُن سے عبداللہ بن یزید نے، اُن سے طلق بن علی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین کو، یا ان میں سے کسی ایک کو اس حال میں پاؤں کہ میں نمازِ عشاء ادا کر رہا ہوں، اور اُس میں

Marfat.com

سورۂ فاتحہ کو پڑھ رہا ہوں، اُسوقت وہ پکاریں یا محمد! تو یقیناً میں قبول کرکے کہوں لَبَّیْکَ یعنی حاضر ہوں" امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یاسین بن معاذ ضعیف ہے۔

فائدہ الازرقی "تاریخ مکہ" میں کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ از عبد العزیز بن عمران، از ہشام بن عاصم اسلمی، وہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے غزوۂ اُحد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خروج کیا تھا، تو ہم مقام ابواء میں اُترے، تو ہندہ بنتِ عتبہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا، کاش! میں آمنہ والدہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کو ملیا میٹ کرسکتی! کیونکہ اُنکی قبر ابواء میں ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو بھی کوئی ایسا کرکے مجھے خوش کریگا، میں اُس کی ہر خواہش کو پورا کردوں گی۔ پھر اسکا ذکر ابوسفیان نے قریش سے کیا، تو قریش نے کہا ہم پہ یہ دروازہ نہ کھولو ورنہ اِسوقت بنی بکر ہمارے مُردوں کی قبریں کھود ڈالینگے۔

ایک اور فائدہ حضرتِ عبد اللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چند اشعار ہیں، جنکو الصلاح صفدی نے اپنے "تذکرہ" میں بیان کیا ہے ؎

لقد حکم السادرون فی کل بلدۃٍ — بان لنا فضلا علی سادۃ الارض
وان ابی ذو المجد والسودد الذی — یشار بہ مابین بسر الیٰ حفض
وجدی وآباءلہ ابلو العلی — قدیما لطلب العرف والحسب المحض

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۳ زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اسکے نر ہوتا اسکا کان چیر دیتے پھر نہ اسپر سواری کرتے نہ اسکو ذبح کرتے نہ پانی اور چارے پر سے ہٹاتے اسکو بحیرہ کہتے اور جب سفر درپیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہوجاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بجار) ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اسکو آزاد کردیتے تھے۔ اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتویں بچہ نر ہوتا تو اسکو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ویسے ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملگئی اسکو وصیلہ کہتے۔ اور جب نر اونٹ سے دس گیابہ حاصل ہوجاتے تو اسکو چھوڑ دیتے نہ اسپر سواری کرتے نہ کسی سے کام لیتے نہ اسکو چارے پانی سے روکتے اسکو حامی کہتے تھے (مترجم)

Marfat.com

مختصر تذکرہ مؤلف رحمہ اللہ

الشیخ الامام، العالم العلامہ، وحید العصر، ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن بن شیخ الامام، ابی بکر کمال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ وتغمدہما اللہ تعالیٰ ببرکاتہ واسکنہما بحبوحۃ جنانہ، اپنی کتاب "حسن المحاضرہ" کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ میری پیدائش ماہِ رجب ۸۴۹ھ کی چاندرات کو ہوئی، اور میری زندگی کی نگہداشت حضرت شیخ محمد مجذوب نے فرمائی جو اکابر اولیاء میں سے مشہد شریف کے قریب کے رہنے والے تھے انھوں نے میری تربیت فرمائی کیونکہ میں یتیم ہی پیدا ہوا تھا۔ پھر آٹھ سال کی عمر میں قرآنِ کریم کو حفظ کیا، اور ۸۶۴ھ کے شروع میں علمِ دین کی تحصیل میں مشغول ہوگیا، اور ۸۶۶ھ میں عربی کی تحصیل سے فارغ ہوکر سندِ فراغت حاصل کی۔ اور اسی سن میں میں نے سب سے پہلی تالیف "شرح الاستعاذہ والبسملہ" مرتب کی، اور اُسے اپنے استاذ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی کی خدمت میں پیش کردی انھوں نے اُس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ اسکے بعد آخر عمر تک فقہ کی خدمت میں ہمیشہ مشغول رہا۔

حضرت علامہ موصوف بیان فرماتے ہیں کہ میں چار سال تک اپنے اُستاذ الامام العلامہ تقی الدین شبلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر حدیث وعربی کو حاصل کیا۔ انھوں نے میرے لیے "شرح الفیہ ابنِ مالک" اور "جمع الجوامع" اور عربی زبان پر میری دیگر تالیفات پر تقریظیں لکھیں، اور متعدد بار عربی زبان کے علوم واصول میں اُنھوں نے مجھے بطور گواہ آگے بڑھایا۔ اور صرف میرے عرض کرنے پر ہی وہ اپنے قول سے رجوع فرمالیا کرتے تھے۔ میں اُنکے وصال تک اُنکی خدمت سے جدا نہ ہوا، رحمۃ اللہ علیہ

پھر میں نے استاذ، علامہ، اُستاذ الوجود محی الدین کافیجی رحمۃ اللہ کی خدمت میں چودہ ۱۴ سال تک حاضری دی، اور اُن سے تفسیر واصول، عربیت ومعانی وغیرہ علوم کو حاصل کیا اور انھوں نے مجھے عظیم المرتبت اجازت عطا فرمائی۔ اسکے بعد تصنیف کا سلسلہ شروع کردیا اور میری تصانیف سلسلہ اسوقت تک تین سَو ۳۰۰ تک پہنچ گیا ہے۔ یہ تعداد اُسکے سوا ہے جنھیں میں نے یا تو تلف کردیا ہے، یا اُن سے رجوع کرلیا ہے۔

Marfat.com

بحمد اللہ تعالیٰ میں نے بکثرت شہروں کا سفر کیا، شام و حجاز، ہندوستان اور شرق و غرب کی سیر کی۔ اور جب میں نے حج کیا، تو خوب سیر ہو کر آبِ زمزم پیا۔ اسکے بعد خود ہی فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ تحدیثِ نعمت کے طریقہ پر ہے، نہ کہ فخر و مباہات کے لیے۔ اور اگر میں چاہوں، تو ہر مسئلہ پر مستقل ایسی تصنیف کر سکتا ہوں، جو اقوال و ادلہ نقلیہ و قیاسیہ اور اعتراض و جواب کے ساتھ ہو۔ یقیناً میں اس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ کہ اپنی قوت و طاقت سے قادر ہوں۔ انتہٰی ملخصاً ——— اسکے بعد مصنف رحمۃ اللہ نے اپنی تصانیف و تالیفات کی فہرست تین ۳ صفحوں میں شمار کرائی ہے۔

اور خیر الدین زرکلی، قاموس کی چوتھی جلد میں تراجم الاعلام کے رائے میں لکھتے ہیں کہ علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ - ۹۱۱ھ / ۱۴۴۵ - ۱۵۰۵ء) کا نام عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین خضیری سیوطی ہے۔ علامہ جلال الدین، امام، حافظ، مورخ، ادیب تھے، انکی چھ سو تصنیفات ہیں، جن میں سے کچھ تو بڑی ضخیم کتابیں ہیں، اور کچھ مختصر رسالے قاہرہ میں یتیم پیدا ہوئے، اور انکی والدہ بھی انکی پانچ سال کی عمر میں انتقال کر گئیں، اور جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے، تو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور نیل کے کنارے روضۃ المقیاس میں گوشہ نشین ہو گئے، اور اپنے تمام ساتھیوں کو ایسا چھوڑا گویا کہ وہ کسی کو جانتے ہی نہیں تھے، پھر انھوں نے بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ اور اغنیاء و اُمراء اُنکی زیارت کو آتے اور کثرتِ اموال و ہدایا پیش کرتے مگر وہ اُنھیں واپس کر دیتے تھے سلطان نے اُنھیں کئی مرتبہ بلایا، تاہم انھوں نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا، اُس نے تحفے بھیجے، اُنھیں بھی واپس کر دیا، اور اسی حال میں انھوں نے ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء میں انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ کتاب بھی آپ کی بے نظیر تالیف ہے، اس کتاب کے مختلف ناموں سے نو ۹ رسالے ہیں، جن میں چھ ۶ رسالے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سلسلہ میں ہیں، بقیہ حیاۃ الانبیاء، تنزیہ الانبیاء، اور مناقب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہیں ؎

غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

(مطبوعہ تعلیم پرنٹنگ پریس لاہور)

Marfat.com

Marfat.com

فیضانِ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت
مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب
قادری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ ... اہلسنت سلطان ...
صدر الافاضل استاذ العلماء ...
نعیم الدین صاحب ...

... اب برخیز * چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
برون آور سر از برد یمانی * کہ روئے تست ...

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ

بالطاف عالیہ
تاج العلماء حضرت علامہ مولینا
مفتی محمد عمر صاحب نعیمی محدث
کراچی

مدیر ...
حکیم سید غلام ...
...
غلام قطب الدین ...
نعیمی برکا...

ہفت روزہ

سوادِ اعظم

لاہور

حمایت مذہب اصلاح معاشرت تہذیب اخلاق سیاست اسلامیہ اور استحکام پاکستان کے لئے شائع ہوتا ہے

Marfat.com

GUN POSITIONS

GP-31	767694	13
GP-38	765714	13
GP-44	777713	9A

RANGES

R-3A	856648	7B
R-3B	860641	7B
R-4	840647	7B
R-5	815654	9C
R-5A	812650	9C
R-6	797656	9C
R-7	792664	9B
R-8	775687	9B
R-8A	779696	9A
R-9	778722	14B
R-9A (ATTR)	784724	14B
R-10	783701	9A
R-11	796728	15A
R-12	834740	11A
R-14	879731	12B
R-14B	878732	12A
R-14C	877733	12A
R-14D	875735	12A
R-14E	872737	12A
R-14F	871738	12A
R-15	791711	9A

MESS AREAS

MA-7	773693	9B
MA-8	788767	17A
MA-9	[illegible]	[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com